ماہنامہ محدث بنارس

www.mohaddis.org

سرپرست
عبداللہ سعود بن عبدالوحید

مدیر
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی

معاون مدیر
مولانا عبدالمتین مدنی

عدد مسلسل: ۳۷۷

جلد: **۳۳** ، شمارہ: **۵**

رجب المرجب ۱۴۳۶ھ = مئی ۲۰۱۵ء

اس شمارہ میں

۱-درس قرآن	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۲
۲-درس حدیث	مولانا عبدالمتین مدنی	۳
۳-افتتاحیہ	مولانا عبدالمتین مدنی	۴
۴-اللہ تعالیٰ کی صفت فوقیت......	راشد حسن مبارکپوری	۷
۵-حقیقتِ شرک	عبدالولی عبدالقوی	۱۴
۶-تیمارداری: احکام ومسائل	محمد اسلم مبارک پوری	۲۳
۷-جادو اور شیاطین کے شر......	مولانا محمد ایوب سلفی	۲۹
۸-مدارس اسلامیہ میں تعلیمی......	ابوطلحہ محمد ابراہیم سلفی	۳۷
۹-مولانا محمد زبیر بنارسی رحمہ اللہ	مولانا محمد یونس مدنی	۴۲
۱۰-عالم اسلام	ظل الرحمٰن سلفی	۴۶
۱۱-اخبار جامعہ	ادارہ	۴۷
۱۲-باب الفتاوی	دارالافتاء	۴۸

بدل اشتراک

- ہندوستان: **150** روپئے
- بیرون ممالک: **40** ڈالر
- فی شمارہ: **15** روپئے

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں

Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **ALLAHABAD BANK**
KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: ALLA0210547
SWIFT Code: ALLAINBBVAR

مراسلت کا پتہ

Darut Taleef Wat Tarjama
B.18/1-G, Reori Talab,
Varanasi - 221010

نوٹ : ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

یوم آخرت یعنی قیامت اور قرآن مجید

اس دن نفسی نفسی کا عالم ہوگا

عبداللہ سعود بن عبدالوحید

﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ، وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ، وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ، لِكُلِّ امْرِءٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ﴾.
(سورہ عبس:۳۴-۳۷)

(ترجمہ) اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا، اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے، اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے۔ ہر آدمی اس روز ایک فکر لیے ہوئے (دوسروں سے لاپرواہ ہوکر) اسی میں پریشان ہوگا۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت بہت ہولناک ہوگی، اور انسانوں کا منظر وحشت ناک ہوگا، جنت وجہنم اور پل صراط سامنے ہوں گے، عالم برزخ میں ہی ہر انسان کو اپنی عاقبت کا اندازہ ہوجائے گا اور میدان محشر میں ان کی حقیقت سامنے ہوگی، دنیا میں حکومت چلانے والے، اپنی طاقت اور پاور کی بنیاد پر سرکشی کرنے والے، دنیا میں عیش وعشرت کی زندگی گذارنے والے، سب نہتے اور نامۂ اعمال کو لے کر اللہ کے فیصلہ کے منتظر ہوں گے، اللہ رب العالمین انصاف کے لیے ترازو رکھے گا، اور ہر انسان کے دنیاوی اعمال کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ اگر دنیا میں کسی نے کسی پر ظلم وناانصافی کی ہوگی یا کسی کا حق مارا ہوگا اس روز اللہ اس سے بدلہ دلائے گا۔

حشر کے میدان میں تمام انسان جمع ہوں گے۔ اس روز خوف کے مارے لوگ ایک دوسرے سے بھاگیں گے کہ کہیں مجھے اپنی حق تلفی کا خمیازہ نہ بھگتنا پڑے۔ ایسے حالات میں وہ انسان جو سب سے زیادہ شناسا اور قریبی ہوگا وہ سب سے زیادہ خوف اور دہشت کی حالت میں ہوگا اور اپنے قریبی سے دور بھاگے گا کہ کہیں مجھے میری کوتاہی اور حق تلفی کا سوال نہ ہوجائے اور میں اس کو دے نہ سکوں۔

اس روز کوئی کسی کو نہ بچا سکے گا، اللہ تعالی نے بتلا دیا ہے: ﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ، إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾ (سورہ شعراء:۸۸-۸۹) اس دن نہ مال کام آئے گا نہ اولاد کام آئے گی، سوائے اس انسان کے جو قلب سلیم لے کر اللہ کے حضور پیش ہوگا۔

قلب سلیم کیا ہے؟ تابعدار دل یعنی اللہ کے فرمان کو جس نے تسلیم کیا ہوگا اور اس کے مطابق دنیا میں زندگی گذاری ہوگی، اس روز وہ سکون میں ہوگا اور اس کی پذیرائی ہوگی، وہ خود کہے گا: ﴿هَاؤُمُ اقْرَؤُوا كِتَابِيَهْ، إِنِّي ظَنَنتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ﴾ (سورہ حاقہ:۱۹-۲۰) لو دیکھو میرا نامۂ اعمال یہ ہے مجھے یقین تھا کہ مجھے ایک روز حساب ملنا ہے۔

کاش ہم غفلت میں نہ رہیں اور اپنے حساب کتاب کا جائزہ لیتے رہیں اور روز محشر مجھے اپنے قریبی رشتہ داروں سے منہ نہ چھپانا پڑے۔ ☆☆☆

درس حدیث

ماہ شعبان میں فوت شدہ روزوں کی قضا

مولانا عبدالمتین مدنی

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا كُنْتُ أَقْضِي مَا عَلَيَّ مِنْ رَمَضَانَ إِلَّا فِيْ شَعْبَانَ حَتّٰى تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. (سنن الترمذی، ح:۷۸۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا گیا ہے انھوں نے کہا کہ میں رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا نہ کرسکتی مگر شعبان میں، یہاں تک کہ اللہ کے رسول ﷺ وفات پا گئے۔

ہر مسلمان بالغ وعاقل پر رمضان کا روزہ فرض ہے، اس کی فرضیت کے دلائل قرآن وسنت میں موجود ہیں، اگر کسی عذر شرعی کی وجہ سے کسی کے روزے چھوٹے تو اس کے لیے اس کی قضا بھی فرض ہے، اگر وہ صحت وتندرستی کے اعتبار سے روزہ رکھنے کا متحمل ہو۔

بنات آدم کے ساتھ اللہ نے چند مخصوص اعذار کو مقدر کردیا ہے جس کی وجہ سے مخصوص ایام میں ان پر نماز وروزہ نہیں ہے، عذر کے دور ہوجانے کے بعد اگرچہ ان کے لیے نماز کی قضا نہیں، لیکن فرض روزوں کی قضا ضروری ہے، صحیح احادیث میں صراحت کے ساتھ یہ بات مذکور ہے۔ ماہواری والی عورتیں جب رمضان کے مہینہ میں اس عارضہ سے دوچار ہوتی ہیں تو ان کا روزہ چھوٹتا ہے، اسی طرح نفاس والی عورتوں کا بھی، رمضان کا مہینہ گذر جانے کے بعد ہونا تو یہ چاہیے کہ چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کو ضروری سمجھ کر قریبی فرصت میں اسے مکمل کیا جائے، لیکن انسان فطرتاً سہل پسند ہے اور شریعت میں بھی جبر واکراہ نہیں ہے، اس لیے عورتیں اپنی اپنی سہولت سے اس فریضے کی قضا کرلیتی ہیں، لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ابھی رمضان کے روزوں کی قضا نہ ہوئی کہ دوسرا رمضان دستک دینے لگتا ہے۔ ایسی صورت میں شعبان کے باقی ماندہ دنوں میں ان روزوں کی قضا کرلینی چاہیے، اوپر درج کی گئی حدیث میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس معمول کا تذکرہ کیا گیا ہے جو رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا شعبان تک موخر کرتیں، اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں آپ کا یہی معمول رہا اور اللہ کے رسول ﷺ سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس تاخیر پر کوئی نکیر یا اعتراض فرمایا ہو۔ گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس عمل کو سنت تقریری کا درجہ حاصل ہے اور وہ محدثین وفقہاء کے نزدیک سنت قولی وفعلی کی طرح حجت ہے۔ شارحین حدیث نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرض روزوں کی قضا کو شعبان تک موخر کرنے کی وجہ یہ ذکر کی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہمہ وقت اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت اور راحت وآرام کے لیے فارغ رکھنا چاہتی تھیں اور جب اللہ کے رسول ﷺ شعبان کے مہینہ میں کثرت سے روزہ رکھتے تب آپ رضی اللہ عنہا آسانی سے اپنے روزوں کی قضا کرلیا کرتی تھیں۔

مسلم خواتین کے لیے جس طرح رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھنا فرض وضروری ہے اسی طرح اس ماہ کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا بھی ضروری ہے، اسے کسی بھی اعتبار سے کمتر سمجھ کر غفلت ولاپرواہی کی شکار نہ ہوں، ورنہ ان روزوں کی قضا دشوار ہوجائے گی اور وہ عنداللہ گناہگار وماخوذ ہوں گی۔

☆☆☆

افتتاحیہ

سعودی عرب میں خوش گوار سیاسی تبدیلیاں

مولانا عبدالمتین مدنی

سعودی عرب کے موجودہ فرماں روا شاہ سلمان بن عبدالعزیز جن کی حکمت ودوراندیشی ضرب المثل بن چکی ہے۔ اب ایسا لگتا ہے کہ ان کے بے باک فیصلے اوراقدامات تاریخ ساز بن جائیں گے۔خادم الحرمین شاہ عبداللہ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد شاہ سلمان نے زمام اقتدار سنبھالنے کے بعد مختصر مدت میں سعودی عرب اوراس کی عوام کے حق میں جو بڑے فیصلے کیے ،اس نے دنیا کو یہ باور کرادیا کہ سعودی عرب کی داخلی وخارجی پالیسی کا رخ تبدیل ہوگیا ہے۔اب یہ ملک الحمد للہ عالمی سیاست کے منظرنامہ پر عالم عرب اور عالم اسلام کی ایک مضبوط طاقت بن کرابھر رہا ہے،اسے نہ صرف اپنی عوام اوراپنے ملک کی سلامتی عزیز ہے بلکہ وہ پوری دنیا اور بالخصوص دنیائے عرب وعالم اسلام کوامن وامان کا گہوارہ دیکھنا چاہتا ہے۔

شاہ سلمان حفظہ اللہ مسند اقتدار پر جلوہ افروز ہونے سے پہلے ہی سعودی عوام کے دلوں میں تھے،ان سے بہت قریب اوران کے درمیان مقبول وہردلعزیز تھے،اپنے عظیم رفاہی کاموں کی وجہ سے وہ ''سلمان الخیر'' کے نام سے معروف تھے،عوام سے قربت کی وجہ سے وہ ان کے مسائل سے بخوبی واقف تھے،اس لیے اقتدار میں آنے کے بعد ان مسائل کوحل کرنا اپنی حکومت کی اولین ترجیحات میں شامل کیا اوراسی بنیاد پر جدید سعودی عرب میں وزارت کے قلمدانوں میں سب سے بڑی تبدیلی دیکھنے میں آئی جس میں اقرباء پروری کے بجائے اہلیت وصلاحیت کوملحوظ رکھا گیا ،وقت گذرتا گیا ،سیاسی دنیا کے حالات بدلتے رہے،دشمن تودشمن دوستوں کی وفاداریاں بھی مصالح کی خاطر تبدیل ہونے لگیں جس سے دشمن کوشہ ملی اوروہ سینہ زوری دکھلانے لگا،اپنے ناپاک منصوبہ کوتیز رفتاری کے ساتھ عمل کا جامہ پہنانے لگا،اس موقع پرانتہائی بردباراوررحمدل فرماں روا کا دامن صبر لبریز ہوگیا،اپنے حدود کی حفاظت اورمظلوم پڑوسی کی نصرت واعانت کے لیے ایک مشکل فیصلہ لینے پر مجبور ہوا۔حسن اتفاق کہ خلیجی ممالک نے غیر مشروط حمایت ومدد پیش کی اوراتحادی فوج اس مشن میں کامیاب رہی۔

مشن کی کامیابی نے ایک طرف سعودی عوام کی ہمت وحوصلہ میں اضافہ کیا اورانہیں اپنے ملک کی جنگی طاقت وقوت کا اندازہ ہوا،اپنے حکام پران کا اعتماد اورزیادہ مستحکم ومضبوط ہوا کہ وہ ملک کوصحیح سمت کی طرف لے جارہے ہیں،تو دوسری طرف سانپ اپنے بل میں گھس گیا،اب وہ اپنے آقاؤں کے ساتھ مل کرآگے کیا تدبیر کرتا ہے یہ آنے والا وقت بتلائے گا۔تیسری طرف وہ ممالک جومصیبت کی ہرگھڑی میں سعودی عرب اورخلیجی ممالک کا رخ کرتے تھے،ان کی حقیقت بھی دنیا کے سامنے آگئی۔عین ''عاصفة الحزم'' کے دوران ایک ملک فتنوں کا سرخیل ملک کے وزیر خارجہ کی ضیافت کررہا ہے تو دوسرے ملک کا صدرخود وہاں کا مہمان بنا بیٹھا ہے،دین ومذہب کی بنیاد پرحمایت کے بجائے علاقائی مصالح کی فکر دامن گیر ہے۔

’’عاصفۃ الحزم‘‘ کے بڑے فیصلہ نے اس ملک کو بھی حیران کر دیا جو ہر موقع پر سب سے بڑا وفادار اور دوست جتلانے کی کوشش کرتا ہے، اس نے اپنے دوستوں کے مصالح کو نظر انداز کر کے اس خطہ کے ایک جارح کے ساتھ مذاکرات کی میز پر سودابازی کر رہا ہے اور اس کو منانے کے لیے اس کے آگے گڑگڑا رہا ہے، یہ دوہرا موقف یقیناً سعودی عرب اور پورے خلیج کو علاقائی سلامتی کے لیے گہری تشویش میں مبتلا کرنے والا ہے، اس جنگ نے یہ باور کر دیا کہ اب سعودی عرب اور اس کے اتحادی کوئی بڑا سیاسی فیصلہ لینے کے لیے کسی عالمی طاقت کی حمایت یا سرپرستی کے محتاج نہیں ہیں۔ اور قابل مبارک باد ہے سعودی عرب کی وفادار اور بہادر عوام جو اپنے حکمرانوں کے ہر فیصلہ کا احترام کرتے ہوئے سمع وطاعت کا پورا حق ادا کرتی ہے، اس موقع پر سعودی عوام کا جو جوش وولولہ دیکھنے میں آیا وہ اس کی بہترین مثال ہے۔

ابھی عاصفۃ الحزم کے اختتام کا اعلان نہیں ہوا کہ سعودی عرب کو ایک دوسرے چیلنج کا سامنا کرنا پڑ گیا، دشمنوں نے سعودی عرب کی راجدھانی ریاض میں دہشت گردانہ کارروائیوں کے تانے بانے بننے شروع کر دیئے، خفیہ ادارے بروقت حرکت میں آئے، وزارت داخلہ کی نیند اڑ گئی، ایک طرف سعودی عرب پڑوسی ملک میں عوامی حکومت کی بحالی کے لیے طاقت کے استعمال پر مجبور ہے تو دوسری طرف اندرون ملک، ظالم، ملک کو ایک بڑے خطرے سے دوچار کرنا چاہتے ہیں۔

اس موقع پر اس حکومت اور اس کے امن وانصاف پسند حکمراں اور شاہین صفت وزیر داخلہ کے ساتھ اللہ کی نصرت وخاص توفیق کا مظاہرہ دنیا نے دیکھا، سازش کرنے والے ناپاک سازش انجام دینے سے پہلے ہی دبوچ لیے گئے، پورے ملک سے بڑے پیمانے پر ان کو گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا گیا اور الحمد للہ ثم الحمد للہ سعودی عرب ایک بڑی دہشت گردانہ کارروائی سے محفوظ رہا۔

جب حالات قدرے پرسکون ہوئے تو حکمت ودانائی کے پیکر خادم الحرمین الشریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز نے سعودی تاریخ کا ایک بڑا اجرأت مندانہ، تاریخی اور مبارک فیصلہ لیا، ولی عہد اول شاہ مقرن بن عبدالعزیز کو ان کی خواہش پر ولی عہدی سے سبک دوش کر دیا اور جانشین اول وزیر داخلہ ’’صقر الارھاب‘‘ شہزادہ محمد بن نائف اور جانشین دوم وزیر دفاع ’’عاصفۃ الحزم‘‘ کے ہیرو محمد بن سلمان کو نامزد کر دیا۔

شاہی نظام حکومت میں ایک نسل سے دوسرے نسل میں اقتدار کی منتقلی کتنا مشکل اور پرخطر عمل ہوتا ہے لیکن اللہ نے شاہ سلمان کے لیے اس کام کو آسان تر بنا دیا۔ ھیئۃ البیعۃ کے ارکان اور پوری سعودی عوام نے نہ صرف پرجوش طریقے سے اس شاہی فیصلہ کی حمایت کی بلکہ اس بات پر بڑی مسرت کا اظہار کیا کہ اب اس ملک کی قیادت دو ایسے ہاتھوں میں ہوگی جو اپنے پیش رو حکمرانوں کے مقابلے میں کم عمر، زیادہ صحت مند اور اچھی طرح ملک وقوم کی خدمت کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اور یہ بات بھی باعث اطمینان ومسرت ہے کہ یہ دونوں ولی عہد عقیدہ ومنہج کے اعتبار سے بالکل پختہ ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ ادنی بھی مداہنت کے روادار نہیں، ان شاء اللہ منہج کی درستگی وپختگی بھی ان کے لیے اور پورے ملک کے لیے اللہ کی خاصی توفیق کا باعث ہوگی۔

اس موقع پر وزارتوں کے قلمدان میں بھی تبدیلی ہوئی، دنیا کے سب سے موقر ومحترم وزیر خارجہ سعود الفیصل جنہوں نے بڑی شان سے چار حکمرانوں کے دور حکومت میں ۴۰ سال تک اس منصب کو وقار عطا کیا، ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ان کو بھی آرام کا موقع دے دیا گیا۔ اس موقع پر شاہ سلمان کا یہ کہنا کہ وزارت خارجہ سے سعود الفیصل کی سبک دوشی میرے لیے سب سے مشکل کام تھا۔ اس جملہ سے سعودی حکومت کی نظر میں اس عظیم شخصیت کے عزت واحترام اور سیاسی قد آوری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

خوش آئند بات یہ ہے کہ پہلی مرتبہ وزارت خارجہ کا قلمدان شاہی خاندان سے باہر ایک ایسی شخصیت کو دیا گیا جو امریکہ میں بطور سفیر اپنی سفارت کاری کی صلاحیت ثابت کرچکے ہیں۔ عادل الجبر جن کے چچا مشہور عالم دین شیخ محمد بن جبر رحمہ اللہ سعودی عرب کی مجلس شوری کے پہلے صدر رہ چکے ہیں۔ اس نئے وزیر خارجہ سے سعودی حکومت وعوام یہ امید رکھتی ہے کہ وہ عالمی سطح پر حکومت سعودی عرب کی موثر ترجمانی کریں گے۔

اللہ تعالی خادم الحرمین الشریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز نے آپ کے دونوں لائق وفائق ولی عہد، امراء ووزراء کی حفاظت فرمائے، ان کی اپنی خاص توفیق سے نوازے، اس ملک کو کتاب وسنت کی راہ پر گامزن اور اس منہج کا علمبردار بنائے، سعودی عوام جو ہر اعتبار سے لائق تبریک وتحسین ہے، جن نے ہر اہم موقع پر اپنی سیاسی شعور کی پختگی کا مظاہرہ کیا ہے، اسے اپنے حکمرانوں کی سمع وطاعت کی توفیق عطا کرے، اس ملک کو پوری دنیا کے لیے امن وامان کا بہترین مثال بنادے اور ملک کے دشمنوں کی ہر سازش کو بے نقاب کرکے انہیں خائب وخاسر کرے، مملکت توحید کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کو سربلندی عطا فرمائے۔ (آمین) ☆

خصوصی اعلان

انتہائی مسرت کے ساتھ ہم محدث کے قارئین کو اطلاع دے رہے ہیں کہ محدث کا اگلا شمارہ خصوصی نمبر ہوگا، جو افتا کے موضوع پر ہوگا۔ اس خصوصی شمارے میں جامعہ سلفیہ کے شعبۂ افتاء اور مفتیان جامعہ کی پوری تاریخ ہوگی۔ فتوی نویسی سے متعلق قدیم وجدید موضوعات پر مفصل معلومات پیش کی جائے گی، عرب وعجم کے مقتدر اور معروف اہل قلم کے پرمغز مقالے اس شمارے کی زینت ہوں گے۔ چند موضوعات کی جھلکیاں:

- ہندوستان میں فتوی نویسی اور اس کا ارتقا
- استفتا اور فتوی
- المجلس الاعلی للافتاء والبحوث الاسلامیہ بالہند
- شعبۂ افتا جامعہ سلفیہ ایک تفصیلی تعارف
- کبار علماء اہل حدیث ہند کے چند اہم فتاوے
- استحسان ایک تجزیہ
- مصالح مرسلہ: تعارف اور اس کی افادیت
- جدید طبی اور اقتصادی مسائل اور افتا
- اسلامی تاریخ میں افتا کے مختلف مکاتب فکر
- افتا اور سلف صالحین

(ادارہ محدث)

عقائد

اللہ تعالی کی صفت فوقیت اوراس سلسلہ میں شارح عقیدۂ طحاویہ کے موقف کا تنسیقی وتوضیحی مطالعہ

(قسط:۱)

راشد حسن مبارکپوری
استاذ جامعہ اسلامیہ سنابل، دہلی

''العقیدۃ الطحاویہ'' عقیدہ کی بنیادی کتابوں میں سے ہے۔اس کے مؤلف ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبدالملک الازدی الحجری المصری الطحاوی (۲۳۹ھ۔۳۲۱ھ) ہیں۔

مؤرخین اور تذکرہ نویسوں نے ان کی تالیفات کی تعداد تیس سے زائد بتائی ہے مگر شرح معانی الآثار، شرح مشکل الآثار، مختصر الطحاوی فی الفقہ الحنفی اور العقیدۃ الطحاویۃ ان کی معروف کتابیں ہیں۔

ان میں سب سے اہم جسے بلاد اسلامیہ میں غیر معمولی پذیرائی اور بے پناہ اہمیت ومقام حاصل رہا وہ یہی آخر الذکر کتاب ہے ،اسی اہمیت کے پیش نظر اہل علم ونگاہ نے اس کی بہت سی شرحیں لکھیں،ان میں سب سے زیادہ مقبول شرح قاضی علی بن علی بن محمد بن ابی العز الدمشقی الحنفی کی ہے،اس کے علاوہ دور جدید میں بھی مختلف شرحیں لکھی گئیں،ان میں سے شیخ صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ، شیخ سفر الحوالی، شیخ صالح الفوزان اور دکتور ناصر العقل کی شروح وتعلیقات معروف ومتداول ہیں۔

علو وفوقیت اللہ تعالی کی صفات ذاتیہ میں سے ہیں(۱)،اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالی آسمان پر عرش کے اوپر مستوی ہے(۲) مخلوقات سے بلند ہے،علو وفوقیت سے متصف ہے،لیکن اہل بدع یعنی اہل کلام ،فلاسفہ،جہمیہ اور بیشتر معتزلہ اس صفت باری کا انکار کرتے ہیں،ساتھ ہی بعض ماتریدیہ بھی اس کی تاویل کرتے ہیں۔

اہل علم علو کی تین قسمیں کرتے ہیں:

۱-علو القوۃ ۲-علو القہر ۳-علو الذات والمکان

اہل سنت ان تینوں قسموں کو تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالی قوت قہر وجلال کے اعتبار سے بھی عالی اور بلند ہے

---

(۱) صفات باری تعالی دوطرح کی ہیں:(۱) صفت ذاتیہ (۲) فعلیہ

۱-ذاتیہ وہ ہوتی ہیں جو اللہ تعالی سے الگ نہیں ہوتیں جیسے علو، وجہ، ید، عزت، سمع، بصر، کلام وغیرہ۔

۲-فعلیہ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالی اپنی مشیئت کے مطابق جب چاہتا ہے اختیار کرتا ہے اور جب چاہتا ہے الگ کردیتا ہے۔مثلا: استواء، نزول، عجب، رضا اور حب وغیرہ۔

(۲) صفت استواء اور صفت علو دونوں سے اللہ تعالی کی صفت علو اور فوقیت کا اثبات ہوتا ہے لیکن دونوں میں ذرا سا فرق ہے۔صفت استواء نص اور نقل سے ثابت ہے یعنی اگر قرآن وحدیث میں اس کا ذکر نہ ہوتا تو ہمیں اس کا علم نہ ہوتا بخلاف صفت علو کے کہ وہ نقل ،عقل اور فطرت سلیمہ تینوں سے ثابت ہے۔تفصیل ملاحظہ ہو: شرح کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد للشیخ عبدالعزیز الراجحی فی بیان العلو۔

اور ساتھ ہی ذات ومکان کے اعتبار سے بھی بلند وبرتر۔

انکار کی صورت میں اہل باطل کے لئے مسئلہ پیدا ہوا کہ اللہ اگر آسمان میں عرش پر مستوی نہیں تو کہاں ہے؟ چنانچہ یہیں سے عقیدۂ وحدت الوجود (۳) وحلول جیسے باطل افکار وعقائد کا ظہور ہوا۔

شارح عقیدۂ طحاویہ نے ان سب مسائل پر سیر حاصل بحث کی ہے۔اس وقت ہمارے پیش نظر اس کتاب کی دو تہذیبات ہیں۔ ایک مہذب شرح العقيدة الطحاوية اور دوسرے تہذیب شرح العقيدة الطحاوية، اول الذکر جامعہ اسلامیہ سنابل نئی دہلی میں داخل نصاب ہے، اسی حوالے سے ہماری گفتگو ہوگی۔

”وهو مستغن عن العرش ومادونه، محيط بكل شئ وفوقه، وقد أعجز عن الإحاطة خلقه“.

شارح نے امام طحاوی کے اس متن کی توضیح میں تین طرح کے مسائل کا ذکر کیا ہے:

۱-استغناؤه عن خلقه: یعنی اللہ تعالی تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے۔

۲-إحاطته بهم: یعنی تمام مخلوقات کا احاطہ کر رکھا ہے۔

۳-علوه عليهم: اللہ کی ذات تمام مخلوقات پر بلند ہے۔

پہلے مسئلہ میں یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالی کی ذات مقدسہ تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے، ان سے کسی بھی طرح کا محتاج نہیں اور عرش، حاملین عرش اور اس کے ماسوا لوازم کا بھی وہ محتاج نہیں، بلکہ یہ لوازم اس کی ذات باری تعالی کے خصائص میں سے ہیں، گویا اللہ تعالی نے عرش اور حاملین عرش کو اپنی لامحدود قوت سے اٹھا رکھا ہے۔

دوسرے مسئلہ میں یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالی نے پوری کائنات کا اپنی عظمت، قدرت اور لامحدود علم کا احاطہ کر رکھا ہے، اس کے احاطہ کے فہم سے انسانی عقل عاجز اور درماندہ ہے، نقلی دلائل کے ساتھ عقلی دلائل کو بھی پیش کیا ہے، مثلا کسی شخص کے ہاتھ میں ایک رائی کا دانہ ہو تو وہ پوری طرح اسی شخص کے قبضہ اور احاطہ میں ہوتا ہے، پوری طرح تصرف کی طاقت رکھتا ہے اور وہ بہرحال اس سے مبائن اور تمام وجوہ سے اس سے عالی اور بلند ہوتا ہے، خواہ علو قوت وعظمت ہو یا علو ذات ومکان، لہذا اس ذات مقدس کے بارے میں کیا کہو گے جو بے مثال ہے: ليس كمثله شئي۔”اس کے مثل کوئی چیز ہے ہی نہیں۔“

اور تیسرے مسئلہ میں اللہ تعالی کی صفت علو کو تین طرح سے ثابت کیا ہے:

۱- شهادة النصوص والآثار. نصوص وآثار سے استدلال۔

۲- شهادة العقول. عقلی استدلال۔

۳- شهادة الفطرة. فطری اور بدیہی استدلال۔

۱-نصوص وآثار سے استدلال:

شارح علیہ الرحمہ نے بیس قسم کے دلائل اور نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ سے استدلال کر کے مسئلہ ”فوقیت“ کو ثابت کیا ہے، ان کو مرکز انداز میں حوالۂ قلم کرتے ہیں۔

۱-فوقیت کے ذریعہ سے تصریح:

ارشاد باری ہے: ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ (الانعام:۶۱) ”اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے برتر ہے۔“

﴿يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ (النحل: ۵۰)

''اوراپنے رب سے جوان کےاوپر ہے کپکپاتے رہتے ہیں اور جوحکم مل جائے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔''

عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ انه قال:لما قضی الله الخلق،کتب فی كتاب، فهو عنده فوق العرش:إن رحمتی سبقت غضبی. (البخاری: بدء الخلق ح۳۰۲۲، والتوحيدح: ۶۹۹۲، متعددمقامات پرامام بخاری نے اسے نقل کیاہےاورسب کےراوی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔)

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالی نے جب مخلوقات کو پیدا کیا تو ایک کتاب میں لکھا،وہ اس کے پاس عرش کےاوپر ہے:یقیناً میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔''

روی مسلم عن النبی صلی الله عليه وسلم فی تفسير قوله تعالی:''هوالأول والآخر والظاهر والباطن'' قوله:أنت الأول فليس قبلک شئی،وأنت الآخر فليس بعدک شئی، وأنت الظاهرفليس فوقک شئی، وأنت الباطن فليس دونک شئی.(مسلم:الذكر ۶۱، الأدب ۵۰۵۱)

''یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت هو الأول...کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:توہی اول ہے تجھ سے پہلے کچھ نہیں،توہی آخر ہے تیرے بعد کچھ نہیں،توہی غالب وبلند ہے تجھ سےاوپر کچھ نہیں،توہی باطن ہے تجھ سے قریب تر کچھ نہیں۔''

یہاں ظہور سے مرادعلو ہے،ارشاد باری ہے:

﴿فَمَا اسْطَاعُوْا أَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهُ نَقْباً﴾ (الكهف:۹۷)

''ان میں اس دیوار کےاوپر چڑھنے کی طاقت تھی اور نہ اس میں سوراخ کر سکتے تھے۔''

تو گویا یہاں یظهر کامعنی یعلو ہوگیا۔(اس کےعلاوہ اور بھی اس قسم کے دلائل ہیں،طوالت کے خدشہ سے انہیں قلم انداز کیا جاتاہے،تفصیل کے لئے تہذیب شرح الطحاویہ صفحہ:۱۲۰دیکھنا چاہئے۔)

۲-عروج کےذریعہ تصریح:

نصوص میں لفظ''عروج''،یعنی''بلند ہونا''کے ذریعہ صفت فوقیت کا اثبات کیا گیا ہے۔ذیل کے دلائل کے ذریعہ سے اندازہ کیاجاسکتاہے۔ارشاد باری ہے:

﴿تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ...﴾(المعارج:۴) ''جس کی طرف فرشتہ اورروح چڑھتے ہیں ایک دن میں۔''

ارشادنبوی ہے:

''يعرج الذين باتوافيكم فيسألهم الله...'' (صحيح بخاری: المواقيت ۵۳۰،وبدء الخلق ۳۰۵۱)

''جن فرشتوں نے تم میں رات بسر کی ہوتی ہے وہ اللہ کی جانب بلند ہوتے ہیں تو اللہ ان سے سوال کرتا ہے۔''

۳-''صعود''کے ذریعہ سے تصریح:

ارشادباری ہے:﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ (الفاطر: ۱۰)

''تمام ترستھرےکلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتا ہے۔''

۴-بعض مخلوقات کو اٹھانے کے ذریعہ تصریح:

ارشاد باری ہے: ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ﴾ (النساء:۱۵۸) ''بلکہ اللہ تعالی نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔''

مزید ارشاد ہے:

﴿يَاعِيْسٰى إِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ (آل عمران:۵۵)

''اے عیسی! میں تجھے پورا لینے والا ہوں اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والا ہوں۔''

۵-علو مطلق کے ذریعہ سے تصریح:

اس علو مطلق کے ذریعہ سے فوقیت کی تصریح جو علو کے تمام مراتب ذات، قدر اور شان کو شامل ہے۔ مثلا ارشاد باری ہے:

﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ (البقرة:۲۵۵) ''وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔'' اور مزید فرمایا:

﴿إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ (الشوری:۵۱) ''بے وہ برتر ہے حکمت والا ہے۔''

۶-کتاب نازل کرنے کے ذریعہ سے تصریح:

فوقیت اور علو کی صراحت اس طرح سے کی کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید کو نازل فرمایا۔ ظاہر ہے نزول اوپر سے ہی ہوسکتا ہے نہ کہ نیچے یا کسی اور جہت سے۔ ارشاد باری ہے:

﴿تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ (الزمر:۱) ''اس کتاب کا اتارنا اللہ تعالی غالب باحکمت کی طرف سے ہے۔''

۷-اس بات سے تصریح کی بعض مخلوقات اللہ کے پاس ہیں:

اللہ تعالی نے علو کی صراحت یہ بتا کر کی کہ بعض مخلوقات ایسی ہیں جو آسمان میں اس کے پاس رہتی ہیں اور ان میں سے بعض بعض سے زیادہ قریب ہیں۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَلَهُ مَن فِيْ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ﴾ (الأنبياء:۱۹)

''آسمان اور زمین میں جو ہے اسی اللہ کا ہے اور اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالی نے ''مَنْ لَهُ'' اور ''مَنْ عِنْدَهُ'' کے ذریعہ سے فرق کیا ہے۔ ''مَنْ لَهُ'' کا مطلب ہوا کہ کائنات میں بہت سی مخلوقات اس کی ملکیت اور اس کی نگرانی میں ہیں اور ''مَنْ عِنْدَهُ'' کا مطلب ہوا کہ بہت سی مخلوقات اس کی ملکیت میں تو ہیں ہی اس کے پاس اور قریب بھی ہیں۔

۸-اس بات سے صراحت کی اللہ تعالی آسمان میں ہے:

علو و فوقیت کی صراحت کہ اللہ تعالی آسمانوں میں بلند ہے، ظاہر ہے کہ آسمان کی جہت اوپر ہے، نیچے یا کسی اور جہت میں نہیں۔ ارشاد باری ہے:

﴿أَأَمِنْتُمْ مَّنْ فِيْ السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ﴾ (الملک:۱۶)

''کیا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے ہو کہ آسمانوں والا تمھیں زمین میں دھنسا دے۔''

مفسرین نے اس کی دو توجیہات بیان کی ہیں:

۱- یہاں 'في' 'علی' کے معنی میں ہے، معنی ہوا ''کیا تم اس ذات سے مامون ہوگئے جو آسمان پر ہے۔''

۲-'السماء' سے مراد 'علو' ہے جس میں کسی مفسر کا اختلاف نہیں، معنی ہوا'' کیا اس ذات سے مامون ہوگئے ہو جو بلندی پر ہے۔''

۹-استوی کے ذریعہ سے علو کی تصریح:

اللہ تعالی نے قرآن کے متعدد مقامات پر اپنے عرش پر مستوی ہونے کی بات کہی ہے اور ساتھ ہی عموماً 'علی' کا صلہ بھی استعمال کیا ہے جو کسی چیز پر استقرار کے معنی کو واضح کرتا ہے۔ارشاد باری ہے:

﴿الرَّحۡمَنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوَى﴾ (طہ:۵) ''رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔''

﴿ثُمَّ اسۡتَوَى عَلَى الۡعَرۡشِ﴾ (یونس:۳) ''پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔''

۱۰-ہاتھ بلندی کی طرف اٹھانے کے ذریعہ علو کی تصریح:

ارشاد نبوی ہے:

''**إن ربكم حي كريم يستحي من عبده إذا رفع إليه يديه أن يردهما صفراً**'' (**صحيح أبوداؤد، كتاب الصلوة باب الدعاء:۱۳۳۷، قال الألباني: حديث صحيح**)

''اللہ تعالی کو اپنے بندے سے شرم آتی ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹائے جب وہ اپنے ہاتھوں کو اس کی طرف بلند کرتا ہے۔''

۱۱-آسمان دنیا پر نزول کے ذریعہ علو کی تصریح:

ارشاد نبوی ہے: ''**ينزل الله في كل ليلة إلى السماء الدنيا**''. (**مسند أحمد ط الرسالة اسناده صحيح على شرط مسلم: ۱۶۷۴۵، ۱۶۷۴۷**)

''اللہ تعالی ہر روز آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔''

ظاہر ہے کہ نزول اوپر سے نیچے ہی ہوگا، نیچے سے اوپر نہیں، اس حقیقت کو دنیا کا جاہل ترین شخص بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔

۱۲-حسی اشارہ کے ذریعہ علو کی تصریح:

جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر انگلی کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا تھا: **اللهم اشهد.** (**صحيح بخاري كتاب الحج ۱۶۵۴، المغازي ۴۱۴۱**)

''اے اللہ! تو ان باتوں کے لئے گواہ رہنا۔''

۱۳-این کے ذریعہ علو کی تصریح:

اس کی صراحت اس حدیث میں ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لونڈی سے پوچھا تھا: ''أين الله'' ''اللہ کہاں ہے؟'' تو اس نے جواب دیا: اللہ تعالی آسمان کے اوپر عرش پر ہے۔(**صحيح مسلم كتاب المساجد ۳۳، الصلاة ۱۲۱۹**)

قرآن وسنت سے ماخوذ یہ چند اہم تصریحات تھیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ اللہ تعالی صفت علو وفوقیت سے متصف ہے اور تمام کا احصاء باعث طوالت ہے۔

آثار سے استدلال:

ابو مطیع بلخی نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو یہ کہتا ہو کہ میں نہیں جانتا کہ میرا رب زمین

میں ہے یا آسمان میں،تو امام صاحب نے فرمایا: وہ کافر ہے کیونکہ ارشاد ہے کہ ''رحمٰن عرش پر مستوی ہے۔''اوراس کا عرش سات آسمانوں کےاوپر ہے۔میں نے کہا اگر وہ کہے: وہ عرش پرتو ہے لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ عرش آسمان میں یا زمین،تو امام صاحب نے جواب دیا: کہ وہ کافر ہوگیا کیونکہ اس نے اللہ کے آسمان میں ہونے کا انکار کیا اور جس نے یہ انکار کیا وہ کافر ہوگیا۔

اس کے بعد شارح طحاوی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دفاع میں لکھتے ہیں:

''ولایلتفت إلی من أنکرذلک ممن ینتسب إلی مذهب أبی حنیفة،فقد انتسب إلیه طوائف معتزلة وغیرهم مخالفون له فی کثیر من اعتقاداته''. (تهذیب شرح الطحاویة ص:۱۲۳)

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب بعض ایسے افراد ہیں جوعلو کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں،ان کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی کیونکہ امام صاحب کی طرف معتزلیوں اوران کے علاوہ دیگرلوگوں کی ایک جماعت ہے جوان کے بہت سارے عقائد کا انکار کرتی ہے۔''

۲-عقلی استدلال:

شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''لقد شهدت العقول السلیمة بعلو الله علی خلقه و ذلک من وجوه:العلم البدیهی القاطع بأن کل موجودین إما أن یکون أحدهما قائما بالآخر کالصفات، وإما أن یکون قائما بنفسه بائنا من الآخر.

إن الله لما خلق العالم،فإما أن یکون قد خلقه فی ذاته،أو خارجا عن ذاته والأول باطل بالاتفاق،ولما یلزم علیه أن یکون محلا للخسائس والقاذورات، والثانی یقتضی الانفصال والمباینة لأن القول بأنه غیر متصل بالعالم،وغیره منفصل عنه غیر معقول.

إن کونه تعالی لاداخل العالم ولاخارجه یقتضی نفی وجوده بالکلیة،فیکون موجودا إماداخله وإما خارجه، والأول باطل،فتعین الثانی،لزمت المباینة...''. (تهذیب شرح الطحاویة ص ۱۲۴)

''کتاب وسنت کے نصوص کے ذریعہ اللہ تعالی کی صفت علو اور فوقیت ثابت ہوگئی، پختہ اور صحیح وسالم عقلیں بھی اللہ تعالی کی فوقیت اور علو کی گواہی دیتی ہیں۔

یہ ایک بدیہی اور قطعی بات ہے کہ دوموجود شیٔ دوحال سے خالی نہیں ہوگی یا تو قائم بالغیر یعنی دوسرے پر منحصر ہوگی جیسے صفت کا انحصار موصوف پر اوراس کے برعکس یا قائم بالذات وبالنفس اور دوسرے سے مبائن اور غنی ہوگی یعنی اس کا انحصار دوسروں پر نہیں ہوگا۔

لہذا جب اللہ تعالی نے کائنات کو پیدا کیا تو یہ بھی دوحال سے خالی نہ ہوگا یا تو اس نے کائنات کو اپنی ذات میں پیدا کیا ہوگا یا اپنی ذات سے خارج، پہلا قضیہ بالاتفاق باطل ہے کیونکہ اسے تسلیم کرنے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ اللہ تعالی کی ذات بھی غلاظتوں اور گندیوں کو محل ہواور دوسری قضیہ یہ واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالی کہ ذات کائنات سے منفصل ومبائن (خارج اور الگ) ہے اور یہی قائم الذات کی صورت ہوگی مزید برآں اللہ تعالی صمدیت سے متصف ہے نہ جنا ہے نہ جنا گیا ہے اور یہ کہنا کہ اللہ تعالی کی ذات نہ متصل ہے اور نہ منفصل ہے نہایت غیر معقول بات ہے کیونکہ اللہ کی ذات کو نہ داخل ماننا اور خارج ماننا وجود باری کی ہی بالکلیہ نفی کرتا ہے(۴)۔پس معلوم ہوا کہ اللہ کی ذات موجود ہے اگر موجود ہے تو یا تو داخل ہوگا یا خارج، پہلا بالاتفاق باطل ہے لہذ ادوسرا قضیہ خود بخود ثابت ہوگیا اور مباینت لازم ہوگئی۔

اگر اللہ کی ذات کو فوقیت سے متصف نہ مانیں- جب کہ اللہ کی ذات قائم بالذات اور غیر مخالط للعالم ہے-تو یہ ماننا پڑے گا کہ

اللہ فوقیت کی ضد سے متصف ہے اوراس کی ضد سفول ہے اور یہ نہایت مذموم ہے کیونکہ سفول یہ ابلیس کا ٹھکانہ ہے۔‘‘

تعالی الله عمایقولون علواً کبیراً.

گزشتہ سطور میں یہ بات آچکی ہے کہ بعض لوگ اللہ کی صفت فوقیت کا انکار کرتے ہیں۔وہ مندرجہ ذیل ہیں:

فلسفی متکلمین،اہل تجہم، بیشتر اہل اعتزال اوراکثر متکلمین جوان کے منہج پر چلے،مثلا:رازی اورابتداء جوینی۔

یہ لوگ اللہ کی صفت فوقیت کا انکار کرتے ہیں اورنصوص میں فوقیت کے ذکر کومعنوی فوقیت پرمحمول کرتے ہیں اورغلاۃ جہمیہ کو بالکلیہ انکار کرتے ہیں چنانچہ اس مسئلہ میں اپنی تائید کے لئے عجیب وغریب اصطلاحات اوردورازکارتاویل وضع کیں۔فی الواقع یہ اللہ کی ذات وصفات کا مسئلہ ہے،اس میں فلسفیانہ موشگافیوں کی ہرگز گنجائش نہیں ہے،اللہ تعالی کی ذات کے حوالے سے قابل للفوقیہ اورغیر قابل للفوقیہ کا شگوفہ چہ معنی دارد،پس ہم اہل سنت ذات وصفات کے حوالے سے یہی کہیں گے جواللہ تعالی نے اپنے لئے ذکر کیا ہے اور پسند فرمایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ نے بیان کیا ہے۔چنانچہ ہرصفت کے حوالے سے امام مالک رحمہ اللہ کا مشہور قول یاد رکھیں گے:

الاستواء معلوم والكيف مجهول والإيمان به واجب والسوال عنه بدعة.

’’اللہ کا عرش پہ مستوی ہونا معلوم ہے،اس کی کیفیت نامعلوم ہے،اس پرایمان واجب ہے اوراس کے متعلق سوال کرنا گمرہی ہے۔‘‘

ذات وصفات کے حوالے سے اصل اعتبارکتاب وسنت کا ہوگا،ایسے امور کا ذکر جو التباس پیدا کریں ناجائز ہے،مثلا: قابل للفوقیہ یاغیرقابل للفوقیہ وغیرہ۔یعنی اللہ کی ذات فوقیت قبول کرنے والی ہے یانہیں۔

ہم کہتے ہیں کون شخص ہے جواللہ کا قابل للفوقیہ ہونا یانہ ہونا طے کرے گا،اللہ تعالی ہرچیز پرغالب اورمتصرف کل ہے اور یہاں شارح نے جواہل کلام کی زبان میں گفتگو کی ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ انہیں کی زبان میں ان کا رد کیا جائے،یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ جوعقیدۂ سلف سے ناواقف ہیں حیراں ہوجاتے ہیں،مثلا: قائم بالنفس یاغیرقائم بالنفس(٦)،مخالط للعالم ، وجود خارجی اوروجود ذہنی وغیرہ،ان فلسفیانہ اصطلاحات سے عقیدۂ سلف کا طالب علم پریشان ہوجاتا ہے۔

۳-فطری استدلال:

فطرت صحیحہ ومستقیمہ واضح انداز میں گواہی دیتی ہے کہ اللہ تعالی تمام مخلوقات پربلند ہے اورعلو کی صفت سے متصف ہے،چنانچہ ہرشخص دعا کرتے وقت ہاتھ اٹھاتا ہے اورجہت علو کا نہایت خشوع وخضوع سے قصد کرتا ہے۔

محمد بن طاہر المقدسی لکھتے ہیں کہ شیخ ابوجعفر ہمدانی امام الحرمین جوینی کی مجلس میں شریک ہوئے اوروہ اس وقت اللہ کی صفت فوقیت وعلو کی نفی کررہے تھے اور کہہ رہے تھے:

كان الله ولاعرش وهوالآن على ماكان. ’’یعنی اللہ تعالی تو پہلے تھا مگرعرش نہیں تھالہذااس وقت اسی حالت میں ہے جیسے پہلے تھا۔‘‘

پھر ہمدانی نے کہا کہ استاذ اس ضرورت کا کیا ہوگا جسے ہم اپنے دلوں میں محسوس کرتے ہیں کیونکہ کبھی بھی کوئی عارف اللہ کا لفظ جب اپنی زبان سے ادا کرتا ہے تو اس کے دل میں اللہ کے حوالے سے علو کا احساس ہوتا ہے،وہ کبھی دائیں یابائیں یانیچے توجہ نہیں کرتا،لہذا ہم اس ضرورت کا دفعیہ کیسے کریں،راوی کہتے ہیں: جوینی نے اپنے چہرے پرطمانچہ مارا پھرنیچے اترآئے،راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا اورروپڑے اورکہا ہمدانی نے مجھے حیران کردیا،بلاشبہ یہ چیز بندوں نے انبیاء سے حاصل نہیں کی، بلکہ یہ ایک فطری اوربدیہی امر ہے۔☆ (جاری)

ایمان وعقائد

حقیقتِ شرک

(قسط:۳-۳)

عبدالولی عبدالقوی
داعی مکتب دعوۃ وتوعیۃ الجالیات، الحائط، سعودی عرب

(۶)شرک اصغر کی تعریف:

ہر وہ قول وفعل شرک اصغر کہلاتا ہے جو شرک اکبر کا وسیلہ ہو، شریعت میں اس کی ممانعت وارد ہو، اور اسے شرک کا نام دیا گیا ہو۔(دیکھئے: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ:۱/۷۴۸، الکواشف الجلیۃ عن معانی الواسطیۃ ص۱۸۶)

(۷)شرک اصغر کا حکم:

شرک اصغر حرام ہے، بلکہ شرک اکبر کے بعد بڑے گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ ہے، بس فرق اتنا ہے کہ اس کا مرتکب دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا ہے۔(دیکھئے: العقیدۃ فی صحفات ص۴۱، فتاوی اللجنۃ الدائرۃ:۱/۷۴۹)

(۸)شرک اصغر کے نقصانات:

شرک اصغر کا نقصان یہ ہے کہ جس عمل میں یہ شرک پایا گیا اس عمل کا اجر وثواب اکارت ہوجاتا ہے، بلکہ اگر عمل واجبی ہو تو اس پر بندہ مسلم گناہ گار ہوتا ہے، کیوں کہ وہ اس واجب کو نہ بجالانے والے کے حکم میں ہے، نیز اس کا نقصان یہ بھی ہے کہ کہیں وہ اس کے مرتکب کو شرک اکبر میں مبتلا نہ کردے۔(دیکھئے: الجواب الکافی ص۱۵۵)

(۹)شرک اکبر اور شرک اصغر میں فرق:

(۱) شرک اکبر کا مرتکب اگر بغیر توبہ کے مرجائے تو اس کے گناہ کی معافی نہیں ہے لیکن شرک اصغر کا مرتکب مشیئت الٰہی کے تحت ہے اگر چاہے تو اللہ اسے معاف کردے چاہے تو عذاب دے۔

(۲) شرک اکبر کے ارتکاب سے ساری نیکیاں اکارت ہوجاتی ہیں لیکن شرک اصغر سے صرف وہی نیکی اکارت ہوتی ہے جس میں شرک اصغر پایا گیا۔

(۴) شرک اکبر کا مرتکب ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا، لیکن شرک اصغر کا مرتکب ہمیشہ ہمیش جہنم میں نہیں رہے گا، اس کا معاملہ کبیرہ گناہوں کے مرتکبین جیسا ہوگا۔(دیکھئے: الکواشف الجلیۃ ۱۸۷، فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۱/۷۴۹)

(۱۰)شرک اکبر کے مظاہر:

شرک کرنے والوں میں کچھ تو ایسے ہیں جو رسالت اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، مثلاً عہدی نبوی کے مشرکین یا

ہمارے زمانہ میں ہندودھرم کے پیروکار، جنھیں کافر ومشرک کہا جاسکتا ہے، لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالی، رسالت اورآخرت پر ایمان رکھنے کے باوجود شرک اکبر کرتے ہیں، جس کی گواہی خودقرآن مجید نے دی ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَلَمْ يَلْبِسُواْ إِيْمَانَهُم بِظُلْمٍ أُوْلَـئِكَ لَهُمُ الأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾ (الانعام:۸۲) (قیامت کے روز) امن انھیں کے لیے ہے اورراہ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اوراپنے ایمان کو ظلم (شرک) کےساتھ آلودہ نہیں کیا۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّهِ إِلاَّ وَهُم مُّشْرِكُونَ﴾ (یوسف:۱۰۶) لوگوں میں سے اکثر ایسے ہیں جو اللہ تعالی پر ایمان لانے کے باوجود مشرک ہیں۔

دونوں آیتوں سے یہ بات واضح ہے کہ بعض لوگ کلمہ پڑھنے اورآخرت پر ایمان لانے کے باوجود شرک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ہم ذیل میں ایسے لوگوں کے یہاں پائے جانے والے شرک کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) قبر والوں کو پکارنا:

توحید یہ ہے کہ دکھ درد میں دعائیں سننے والا اورقبول کرنے والا اللہ وحدہ لاشریک لہ کو سمجھا جائے، اسی کو پکارا جائے، اسی سے سوال کیا جائے، اسی سے امیدیں وابستہ کی جائیں۔

مشرکین مکہ اللہ تعالی کو خالق، مالک، نافع وضار، کشتی پار لگانے والا وغیرہ سمجھتے تھے، لیکن اللہ تعالی نے انھیں مشرک اس لیے قرار دیا کہ وہ اللہ تعالی کے سوا انبیاء، اولیاء، ملائکہ، جنوں اور بتوں کو مافوق الاسباب قوتوں کا مالک ومختار سمجھتے تھے اور انھیں مشکلات وحاجات اورمصائب وآلام میں پکارتے تھے، ان کے اس عقیدہ کی تردید اللہ وحدہ لاشریک لہ نے قرآن حکیم میں بے شمار مقامات پر کی ہے جن میں سے چند ایک آیات ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

اگر آج بھی کوئی کلمہ شہادت پڑھ کر اللہ کے علاوہ کسی کو مافوق الاسباب قوتوں کا مالک ومختار سمجھے، انھیں مشکلات ومصائب اورحاجت وضروریات میں پکارے، فوت شدہ ہستیوں کو غوث اعظم، گنج بخش، داتا اورفریاد رس گردانے، ان کے نام نذرونیاز اوربکرے چڑھائے، انھیں مرادیں پوری کرنے والا اور بگڑی بنانے والا خیال کرے، تو وہ مشرک، شرک اکبر کا مرتکب ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن کریم کی بہت ساری آیات میں ہمیں حکم دیا ہے کہ خالص ایک اللہ ہی کو پکارا جائے، چنانچہ ایک آیت کریمہ میں فرمایا:

﴿وَادْعُوهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ (الاعراف:۲۹) اوردین کو اللہ کے لیے خاص مانتے ہوئے اللہ ہی کو پکارو۔

اللہ تعالی نے ایک دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَداً﴾ (الجن:۱۸) اوریہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لیے خاص ہیں، پس اللہ تعالی کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔

غیر اللہ کو پکارنا بے سود ہے نہ تو وہ دعائیں سن سکتے ہیں اور نہ کوئی بگڑی بنا سکتے ہیں۔
جیسا کہ اللہ نے ایک آیت کریمہ میں فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ، إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاء كُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ (فاطر:۱۳-۱۴)

جنھیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں، اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے، آپ کو کوئی بھی حق تعالیٰ جیسا خبردار خبریں نہ دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا،

﴿وَلاَ تَدْعُ مِن دُونِ اللّهِ مَا لاَ يَنفَعُكَ وَلاَ يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذاً مِّنَ الظَّالِمِيْنَ، وَإِن يَمْسَسْكَ اللّهُ بِضُرٍّ فَلاَ كَاشِفَ لَهُ إِلاَّ هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلاَ رَآدَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيْمُ﴾ (یونس:۱۰۶-۱۰۷)

اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو مت پکارو جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر، پھر اگر تم نے ایسا کیا تو تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کر دے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے۔

اس مفہوم کی آیات بہت زیادہ ہیں جن میں اللہ نے صرف ایک رب کو پکارنے کا حکم دیا ہے اور اپنے سوا غیروں کو پکارنے سے منع فرمایا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''دعا بھی عبادات میں سے ہے، لہٰذا جو شخص کسی مردہ یا غائب مخلوق کو پکارے اور ان سے مدد طلب کرے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نہیں دیا ہے، تو وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا ہے''۔ (قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ ص ۲۶۵)

شیخ احمد بن ناصر النجدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اور ساتھ ہی شرک بھی کرے، مردوں کو پکارے، ان سے فریادیں کرے، ان سے اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کا سوال کرے، تو وہ شخص مشرک کافر ہے، گرچہ زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے، نماز پڑھے، روزہ رکھے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھے۔ (الہدیۃ السنیۃ والتحفۃ الوہابیۃ ص ۵۲)

قرآن کریم کی اتنی صراحتوں اور دوٹوک فیصلے کے باوجود اگر ہماری عقلوں کے دریچے نہیں کھلتے اور ہمیں توحید وشرک میں فرق سمجھ میں نہیں آتا تو ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ گمراہی ہمارے اوپر مسلط ہو چکی ہے، ہمیں اللہ واحد سے سچے دل کے ساتھ شب وروز حق کی ہدایت کا سوال کرنا چاہیے۔

(۲) قبروں پر سجدہ کرنا:

مشرکین مکہ اپنے بتوں کو سجدہ کرتے تھے، جیسا کہ اس زمانہ کے کلمہ گو مشرکین قبروں کا سجدہ کرتے ہیں، اللہ تعالی نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾ (فصلت:۳۷)

اور دن رات اور سورج اور چاند بھی (اسی کی) نشانیوں میں سے ہیں، تم سورج کو سجدہ نہ کرو نہ چاند کو، بلکہ سجدہ اس اللہ کے لیے کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے، اگر تمھیں اسی کی عبادت کرنی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر میں کسی کو کسی کا سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کا سجدہ کرے'' (ترمذی ۱۱۹۲، تحقیق الالبانی: (صحیح)، دیکھئے: مشکاۃ المصابیح ۲/۲۳۹)

چنانچہ قیام، رکوع، سجدہ یہ سب عبادتیں ہیں جو صرف اللہ کے لیے مخصوص ہیں، ان کا اللہ کے سوا کسی اور کے لیے انجام دینا شرک ہے۔

(۳) قبروں کا طواف کرنا:

اللہ کے مبارک گھر خانہ کعبہ کا طواف عبادت ہے، اس کے اس گھر کے علاوہ روئے زمین پر کوئی بھی جگہ ایسی نہیں جس کا طواف کیا جائے۔

اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (الحج: ۲۹) اور اللہ کے قدیم گھر (خانہ کعبہ) کا طواف کریں۔

بعض مسلمان قبروں کا طواف کرتے ہیں، جو صریح شرک اور کھلم کھلا گمراہی ہے، اگر قبروں کا طواف باعث تقرب الہی ہوتا تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ضرور اس کی راہ نمائی کی ہوتی اور سلف صالحین نے اس پر عمل کیا ہوتا۔

علامہ بن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ طواف صرف خانہ کعبہ کا مشروع ہے، خانہ کعبہ کے علاوہ حجرہ نبوی یا بزرگوں کی قبروں

وغیرہ کا طواف گمراہی ہے''۔(فتاوی ابن تیمیہ ۲۳/۲۸)

شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''قبروں کا طواف اور اس سے برکت طلبی حرام، شرک ہے، اس لیے کہ طواف عبادت ہے اس کا غیر اللہ کے لیے انجام دینا شرک ہے''۔(فتاوی ابن ابراہیم:۱۳۲/۱)

(۵) غیر اللہ کے لیے نذر ماننا:

نذر عبادت ہے جو خالص اللہ کا حق ہے، اس کا غیر اللہ کے لیے انجام دینا شرک اکبر ہے جس کا مرتکب دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ﴾ (الدھر:۷) یہ وہ لوگ ہوں گے جو نذر پوری کرتے ہیں۔

اللہ نے اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو ایک اللہ کے لیے نذر مانتے ہیں اور پھر اسے پوری کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نذر عبادت ہے اور اسے پوری کرنا ضروری ہے، بشرطیکہ معصیت کی نذر نہ ہو، چنانچہ حدیث میں ہے جس نے نذر مانی کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو وہ اس کی اطاعت کرے اور جس نے معصیت الہی کی نذر مانی تو وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے یعنی اسے پورا نہ کرے۔(بخاری:۶۳۱۸)

اللہ کو چھوڑ کر قبر والوں کے لیے نذر ماننا شرک اکبر ہے، جیسا کہ بعض لوگ قبروں پر چراغاں کرنے، اگر بتیاں جلانے، بھیڑ اور مرغے چڑھانے کی نذر مانتے ہیں۔

امام صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس زمانہ میں قبروں اور مزاروں پر جو نذریں پیش کی جاتی ہیں، بلا شبہ حرام ہیں، اس لیے کہ نذر ماننے والے کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ صاحب قبر نفع ونقصان دے سکتا ہے، بھلائیاں پہنچا سکتا ہے، تکلیفوں کو دور کر سکتا اور بیمار کو شفا دے سکتا ہے، ٹھیک یہی کام بت پرست اپنے بتوں کے ساتھ کرتے تھے تو جس طرح بتوں کے نام کی نذریں حرام ہیں اسی طرح قبروں اور مزاروں کے نام کی نذریں بھی حرام ہیں''۔(سبل السلام:۱۸۹۹/۴)

فتوی کمیٹی سعودی عرب کے ایک فتوی میں کہا گیا ہے: ''جو کوئی مسلمان یہ اعتقاد رکھے کہ قبروں میں مدفون افراد کے لیے ذبح کرنا اور نذر ماننا جائز ہے تو اس کا یہ اعتقاد شرک اکبر ہے جو اسے دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے''۔(فتاوی اللجنۃ الدائمۃ:۱۸۰/۱)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''درمختار'' میں ہے:

''معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر عوام مردوں کے نام پر جو نذریں اور نیازیں دیتے ہیں، چڑھاوے چڑھاتے ہیں، اولیاء کرام کا تقرب حاصل کرنے کے لیے مالی نذرانے پیش کرتے ہیں اور ان کی قبروں پر چراغ اور تیل جلاتے ہیں وغیرہ، یہ سب

چیزیں بالاجماع باطل حرام ہیں''۔(الدر المختار:۲/۴۳۹)

درمختار کی مشہور شرح ردالمختار میں اس کی شرح یوں کی گئی ہے:

''اس نذر لغیر اللہ کے باطل اور حرام ہونے کی کئی وجوہ ہیں، ان میں سے ایک یہ کہ قبروں کے یہ چڑھاوے وغیرہ مخلوق کے نام کی نذریں ہیں اور مخلوق کے نام کی نذر جائز نہیں، اس لیے کہ یہ (نذر بھی) عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کی جائز نہیں''۔(ردالمختار ۲/۴۳۹)

مذکورہ بالا سطور کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ نذر کی مندرجہ ذیل دو حالتیں ہیں:

پہلی حالت: نذر اللہ کے لیے ہو لیکن اپنی نذر کو کسی مزار یا قبر پر تقسیم کرے، تو یہ عمل ذریعہ شرک، خطرناک گناہ ہے۔

دوسری حالت: نذر قبر والے کے لیے ہو تو یہ عمل شرک اکبر دین اسلام سے خارج کر دینے والا ہے۔

(٦) غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا:

ذبح عبادت ہے، اس کا غیر اللہ کے لیے انجام دینا شرک ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی محمد ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ اپنی نماز اور اپنی قربانی اللہ ہی کے لیے خالص کریں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (الکوثر:۲)

اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھیے اور رب ہی کے لیے قربانی کیجئے۔

نیز اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿قُلْ إِنَّ صَلاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لاَ شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَاْ أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ (الانعام:۱۶۲-۱۶۳)

آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہاں کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔

چوں کہ مشرکین مکہ اپنے جانوروں کو بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے، اس لیے اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ کہیں کہ میری نماز میری قربانی سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لعن الله من ذبح لغير الله" اس شخص پر اللہ کی لعنت ہے جو اللہ کے سوا دوسروں کے لیے ذبح کرے۔(مسلم حدیث نمبر ۱۹۷۸)

مذکورہ بالا نصوص صریحہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ذبح عبادت ہے، لہذا اللہ کے سوا قبر والوں کے لیے ذبح کرنا حرام، شرک اکبر ہے۔

واضح رہے کہ غیر اللہ کے لیے ذبح کی دو حالتیں ہیں:

پہلی حالت: ذبیحہ اللہ کے لیے ہو، لیکن اسے کسی قبر یا مزار پر ذبح کیا گیا ہو، تو یہ ایک سنگین، حرام عمل ہے جس سے

رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے پوچھا جس نے مقام بوانہ میں اونٹ قربان کرنے کی نذر مانی تھی، کیا وہاں پر دور جاہلیت کا کوئی بت تھا جس کی عبادت کی جاتی تھی؟ لوگوں نے کہا: نہیں، پھر پوچھا: کیا وہاں پر دور جاہلیت کے لوگ کوئی تہوار مناتے تھے؟ لوگوں نے کہا: نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔ (ابوداؤد: ۳۳۱۳، تحقیق الالبانی (صحیح) دیکھئے صحیح ابوداؤد: ۲/ ۳۲۸)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ شرکیہ اڈوں پر جانوروں کا اللہ کے نام پر ذبح کرنا بھی معصیت ہے۔

دوسری حالت: جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو تو یہ عمل شرک اکبر ہے، جس کا مرتکب دین اسلام سے خارج ہے۔

(۷) قبر والوں کو غیب داں سمجھنا:

غیب داں صرف اللہ تعالی کی ذات ہے، وہ ہر چیز کو ہر جگہ سے ہر وقت جانتا ہے، آج بہت سے مسلمانوں نے اللہ کے علاوہ دوسری ہستیوں کے متعلق یہ عقیدہ بنالیا ہے کہ ان کو ہر بات کی خبر ہو جاتی ہے، مرید اپنے پیر سے متعلق یہی عقیدہ رکھتا ہے اور بہت سے لوگ نبی، ولی اور شہید کو عالم الغیب مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ سارے حالات سے باخبر ہیں، مشکل میں پکاریں سنتے ہیں اور مدد کرتے ہیں، ان کی نذر و نیاز کریں تو ان کو علم ہو جاتا ہے، یہ عقیدہ صریح کفر ہے، اللہ نے اپنی کتاب قرآن حکیم میں اس بات کی کھلے لفظوں میں صراحت کر دی ہے کہ غیب اللہ کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا، حتی کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی غیب کا علم نہ تھا، نبیوں اور رسولوں کو اتنا ہی علم ہوتا ہے جتنا اللہ تعالی وحی والہام کے ذریعہ انھیں بتلا دیتا ہے اور جو علم کسی کے بتلانے سے حاصل ہو اس کے عالم کو عالم الغیب نہیں کہا جاتا، عالم الغیب تو وہ ہے جو بغیر کسی واسطہ اور ذریعہ کے ذاتی طور پر ہر چیز کا علم رکھے، ہر حقیقت سے باخبر ہو اور مخفی سے مخفی چیز بھی اس کے دائرۂ علم سے باہر نہ ہو، یہ صفت صرف اور صرف اللہ کی ہے، اس لیے صرف وہی عالم الغیب ہے، اس کے سوا کائنات میں کوئی بھی عالم الغیب نہیں، جیسا کہ اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا: ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَداً﴾ (الجن: ۲۶)

وہ (اللہ) غیب کا جاننے والا ہے، وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس پیغمبر کے جسے وہ پسند کرلے۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعاً وَلاَ ضَرّاً إِلاَّ مَا شَاء اللّهُ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لاَسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَاْ إِلاَّ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ (الاعراف: ۱۸۸)

آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لیے کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں، ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

یہ آیت اس بات میں کتنی واضح ہے کہ نبی ﷺ عالم الغیب نہیں، عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے، لیکن ظلم و جہالت کی انتہا ہے کہ اس کے باوجود اہل بدعت آپ ﷺ کو عالم الغیب باور کراتے ہیں، حالانکہ بعض جنگوں میں آپ کے دندان مبارک بھی شہید ہوئے، آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک بھی زخمی ہوا، اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ قوم کیسے فلاح یاب ہوگی جس نے اپنے نبی کے سر کو زخمی کردیا، کتب حدیث میں یہ واقعات اور ذیل کے واقعات بھی درج ہیں، عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو آپ ﷺ پورے ایک مہینہ تک سخت مضطرب اور نہایت پریشان رہے، ایک یہودی عورت نے آپ کی دعوت کی اور کھانے میں زہر ملا دیا جسے آپ نے بھی تناول فرمایا اور صحابہ نے بھی حتی کہ بعض صحابہ تو کھانے کے زہر سے ہلاک ہی ہوگئے اور خود نبی ﷺ عمر بھر اس زہر کے اثرات محسوس فرماتے رہے، یہ اور اس قسم کے متعدد واقعات ہیں جن سے واضح ہے کہ آپ کو عدم علم کی وجہ سے تکلیف پہنچی، نقصان اٹھانا پڑا، جس سے قرآن کے بیان کردہ حقیقت کا اثبات ہوتا ہے کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو مجھے کوئی مضرت نہ پہنچتی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ نبی ﷺ آئندہ کل کو پیش آنے والے حالات کا علم رکھتے ہیں، اس نے اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا ہے، اس لیے کہ وہ تو فرما رہا ہے کہ آسمان و زمین میں غیب کا علم صرف اللہ کو ہے۔ (بخاری: ۶۹۴۵، مسلم: ۴۵۷)

ملا علی قاری حنفی شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

معلوم ہونا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام غیب کی صرف انھیں باتوں کو جانتے ہیں جو اللہ تعالی وقتا فوقتا ان کو بتلا دے، اور فقہاء حنفیہ نے اس عقیدہ کو کہ ''رسول اللہ ﷺ کو علم غیب تھا'' صراحتاً کفر قرار دیا ہے، کیوں کہ یہ عقیدہ اللہ تعالی کے فرمان ﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (النمل: ۶۵) کہہ دیجئے کہ آسمان اور زمین والوں میں سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا) کے مخالف ہے۔ (شرح فقہ اکبر ۱۸۲)

اور فتاوی بزازیہ میں ہے: ''ہمارے (حنفی) علماء نے کہا کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور غیب جانتی ہیں، وہ کافر ہے''۔ (فتاوی بزازیہ ص ۳۳۶، برحاشیہ فتاوی عالمگیری ص ۶)

(۸) قبروں سے برکت طلبی:

ہر طرح کی برکت اللہ کی جانب سے ہے، لہذا برکت صرف اللہ سے طلب کی جائے گی، اس کا غیر اللہ سے طلب کرنا شرک ہے، اللہ نے بعض چیزوں میں برکت رکھی ہے اور اپنے نبی کی زبان مبارک سے ان سے حصول برکت کے طریقے بھی بتلائے ہیں، لہذا برکت کا سوال صرف اللہ ہی سے کیا جائے گا اور برکت اسی طریقہ سے طلب کی جائے گی جس طرح رسول اللہ ﷺ نے بتلایا ہے۔

دلیل صحیح بخاری کی وہ حدیث ہے جسے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے کہ پانی کی قلت ہوگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ بچا ہوا پانی لاؤ، صحابہ کرام نے آپ کی خدمت میں ایک برتن پیش کیا، جس میں تھوڑا سا پانی تھا، آپ ﷺ نے برتن میں اپنا ہاتھ ڈالا اور صحابہ کو خطاب کرکے فرمایا: مبارک پانی کی طرف آؤ، اور برکت اللہ کی جانب سے ہے، میں نے دیکھا کہ پانی رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے ابل رہا تھا......آخر تک (دیکھئے: صحیح بخاری حدیث نمبر۳۵۷۹،المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

برکت طلبی کا معاملہ اپنی ہوا وہوس کے مطابق نہیں ہے کہ جس چیز میں چاہا برکت کا اعتقاد رکھا اور خودساختہ طریقوں سے ان سے حصول برکت کی، جیسا کہ قبر پرست بعض قبروں کے تعلق سے برکت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور انھیں حصول برکت کی نیت سے چھوتے، بوسہ دیتے اور اس کی مٹی سے اپنے جسم کو خاک آلود کرتے ہیں۔

اگر آپ اولیاء وصالحین کی قبروں سے برکت طلبی کے مسئلہ پر غور کریں تو یہ بات کھل کر سامنے آئے گی کہ ان کی ذات اور ان کے آثار ونشانات سے برکت طلبی مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر جائز نہیں ہے:

(۱) تبرک عبادت ہے اور کسی بھی عبادت کے اثبات کے لیے کتاب وسنت کی دلیل کا ہونا ضروری ہے، جب ہم کتاب وسنت کی ورق گردانی کرتے ہیں تو ہمیں کوئی بھی ایسی دلیل نہیں ملتی ہے جس سے قبروں سے برکت طلبی کا ثبوت ہوتا ہو، لہذا یہ عمل باطل مردود ہے۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر عمارت تعمیر کرنے اور اسے سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ قبروں کی تعظیم کی جائے نہ ہی وہاں عبادات انجام دی جائیں اور نہ ہی مسجدوں کی طرح ان سے حصول برکت کی جائے۔

(۳) کسی بھی صحابی سے ثابت نہیں کہ انھوں نے قبر نبوی یا قبر صحابہ کو حصول برکت کے لیے چھوا ہو۔

جیسا کہ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اگر قبروں کے پاس دعا، نماز اور ان سے برکت طلبی جائز عمل ہوتا تو صحابہ اس کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے، قبروں کے پاس خود بھی دعا کرتے اور دوسروں کو بھی یہ طریقے بتلاتے جبکہ وہاں پر بہت سے صحابہ کی قبریں موجود تھیں، لیکن کسی نے بھی کسی قبر والے کو نہ تو پکارا، نہ ان سے فریاد رسی کی نہ ان سے شفاعت طلب کی۔

مزید لکھتے ہیں: ''کیا روئے زمین پر کوئی ایسا شخص ہے جو کوئی صحیح یا ضعیف روایت ہی پیش کردے کہ صحابہ کو جب کوئی ضرورت درپیش ہوتی تو وہ قبر کے پاس آکر دعا کرتے اور ان سے برکت حاصل کرتے''۔(اغاثۃ اللھفان ص ۲۱۰)

☆☆☆

تیمارداری: احکام ومسائل

محمد اسلم مبارک پوری

اسلام ایک عالم گیر آفاقی مذہب ہے۔اس کا ہر حکم اور ہر فعل اپنے اندر ایک ایسی حسین معنویت رکھتا ہے، جو اسے دوسرے مذاہب وادیان پر امتیاز اور فوقیت عطا کرتا ہے۔شریعت اسلامیہ کے جو بھی احکام ہیں وہ نہایت بابرکت، دوررس اور نتیجہ خیز ہیں۔اس کی تعلیمات عقل انسانی کے موافق اور ہم آہنگ ہے۔اسلام کے انہی احکام واوامر میں سے ایک عظیم حکم مریض کی تیمارداری ہے۔

بخاری (۱۲۳۹) مسلم (۲۰۶۶) میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مریض کی بیمار پرسی کرنے، جنازہ کے ساتھ چلنے، چھینکنے والے کا جواب دینے، قسم دلانے والے کی قسم پوری کرنے، مظلوم وبے سہارا کی مدد کرنے، دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام کو فروغ دینے کا حکم دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، بیمار شخص کی مزاج پرسی کرنا، جنازہ کے پیچھے چلنا، دعوت قبول کرنا، اور چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا۔

بخاری (۱۲۴۰) مسلم (۲۱۶۲) میں چھ حقوق کا ذکر ہے، اور چھٹا حق یہ ہے: جب وہ خیر خواہی طلب کرے تو اس کی خیر خواہی کرے۔

ان مذکورہ دونوں حدیثوں میں اسلام نے مسلمانوں پر جو حقوق عاید کیے ہیں اگر ان کی گہرائی میں جا کر اندازہ لگایا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ ایسے حقوق ہیں جن کو ادا کرنے سے، اور ان کو سماج ومعاشرہ میں عام کرنے سے محبت والفت پیدا ہوتی ہے۔اور ربط وتعلق میں اضافہ ہوتا ہے۔احترام کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔سماج میں صالح انقلاب آتا ہے۔دلوں سے نفرت، کینہ کپٹ اور عداوت کافور ہوتی ہے۔آپس میں تعاون اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کا جذبہ قلوب واذہان میں موجزن ہوتا ہے۔تنگ اور سکڑے ہوئے دل انشراح اور فرحت وانبساط سے معمور ہوجاتے ہیں۔اسی لیے اللہ تعالی کے حبیب، محسن انسانیت نبینا محمد ﷺ نے ان حقوق کی ادائیگی پر سختی سے کاربند رہنے کا حکم دیا ہے۔اور اسے ''باہمی حقوق'' میں شمار کیا ہے۔ اور حد درجہ ترغیب دی ہے۔شرح السنۃ (۲۱۲/۵) الرسالۃ الفقہیۃ لابن ابی زید القیر وانی (ص ۶۷۲،۶۹۹)۔

۱- تیمارداری کے فضائل:

نبی ﷺ نے تیمارداری کی بہت فضیلت بیان کی ہے۔حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إن المسلم إذا عاد أخاه المسلم، لم يزل في خرفة الجنة حتى يرجع" "مسلمان آدمی جب اپنے

مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو واپس آنے تک، وہ جنت کے تروتازہ پھلوں کے چننے میں مصروف رہتا ہے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ خرفۃ الجنۃ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جنت کا تازہ پھل چننا۔ مسلم (۲۵۶۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کے وقت مزاج پرسی کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے خیر کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر شام کے وقت بیمار پرسی کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے خیر کرتے رہتے ہیں۔ اور جنت میں اس کے لیے چنے ہوئے پھلوں کا حصہ ہے۔ سنن ابوداود (۳۰۹۸، ۳۰۹۹) ترمذی (۹۶۹) ابن ماجہ (۱۴۴۲) مسند احمد (۹۷/۱) یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الترمذی (۷۷۵) سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (۱۳۶۷)۔

تیمارداری کی اہمیت بیان کرنے والی یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالی بروز قیامت فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو تو نے میری عیادت (مزاج پرسی) نہیں کی۔ انسان کہے گا: اے میرے رب، میں تیری عیادت کیسے کرتا؟ جب کہ تو تمام جانوں کا پروردگار ہے۔ اللہ تعالی فرمائے گا: کیا تجھے علم نہ تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا لیکن تو نے اس کی عیادت نہ کی، أما علمت أنك لو عدته لوجدتني عنده کیا تجھے علم نہیں تھا کہ اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا تو یقیناً مجھے اس کے پاس پاتا۔ یعنی: میری رضا تجھے حاصل ہو جاتی۔ مسلم (۲۵۶۹)

۲- تیمارداری کا مطلب:

تیمارداری کا مطلب ہے: مریض کی دل جوئی کرنا، اسے تسلی دینا، اور اس کی دیکھ ریکھ کرنا۔

۳- تیمارداری کا حکم:

بخاری (۳۰۴۶، ۵۱۷۴) میں حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عودوا المريض" مریض کی عیادت کرو۔ اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے وجوب عیادۃ المرضی کا باب باندھا ہے، جس کا مطلب ہے: مریض کی عیادت کرنا واجب ہے، لیکن یہ وجوب فرض کفائی ہے۔ فتح الباری (۱۳۶/۳)

فرض کفایہ کا مطلب ہے: إذا قام به البعض سقط عن الباقين جب اسے چند لوگ انجام دے دیں تو بقیہ لوگوں کی طرف سے ساقط ہو جائے گا۔ اور ادا کرنا ضروری نہ ہوگا۔ کفایۃ الاخیار (۲۵۹/۱) شرح السنۃ (۲۱۲/۵)۔

۴- تیمارداری کا طریقہ اور اس کے آداب:

انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ جب انسان بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے تو درد وغم، کرب والم اس کا حصہ بن جاتا ہے۔ اور اس کا سکون وچین غارت ہو جاتا ہے۔ بستر علالت پر بیماری کو لے کر تفکرات کی وادی میں گم رہتا ہے۔ اسے کسی پل چین نہیں آتا۔ اور کبھی شدت مرض کی وجہ سے زندگی سے بیزار ہو جاتا ہے۔ اور یاس وقنوط اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ ایسی حالت میں

تیماردار کا کام یہ ہے کہ:

☆ مریض کے پاس جاکر اسے تسلی دے۔ بیماری سے شفایابی کی امید افزا بات کرے جس سے مریض کو ڈھارس بندھے۔ ہمت اور جینے کا جذبہ پیدا ہو۔ اس کے پاس کبھی ایسی بات نہ کرے جس میں یاس وقنوط اور ناامیدی ہو، اور اس کے ذہن پر برا اثر ڈالے۔ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: 'إذا حضرتم المريض فقولوا خيرا، فإن الملائكة يؤمنون على ما تقولون" جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو بھلی بات کہو، اس لیے کہ فرشتے تمہارے کہے پر آمین کہتے ہیں۔ نسائی (۱۸۳۶)

یہ روایت مسلم (۹۱۹) میں بھی ہے مگر اس میں شک کے ساتھ مریض یا میت کا ذکر ہے۔ ابوداؤد (۳۱۱۵) میں بغیر شک کے ساتھ صرف میت کا تذکرہ ہے۔

☆ تیماردار مریض کے لیے شفا کی دعا کرے:

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "إذا جاء الرجل يعود مريضا" جب کوئی بیمار کے پاس عیادت کے لیے جائے تو اللهم اشف عبدك، ينكأ لك عدوا، أو يمشي لك إلى جنازة کہے یعنی: اے اللہ اپنے بندے کو شفا دے تاکہ تیری راہ میں دشمن سے قتال وخوں ریزی کرے یا تیری رضا کی خاطر جنازے کے ساتھ جائے۔ ابوداؤد (۳۱۰۷) احمد (۱۷۳/۲) یہ حدیث صحیح ہے۔ (صحیح ابوداود: ۲۶۶۴)

عائشہ بنت سعد بن ابووقاص کہتی ہیں کہ ان کے والد سعد مکہ میں بیمار ہوئے تو نبی ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے والد کی پیشانی پر رکھا، اور سینہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔ پھر یہ دعا کی: اللهم اشف سعدا، وأتمم له هجرته اے اللہ سعد کو شفا دے، اور ان کی ہجرت کو مکمل فرما۔ ابوداود (۳۱۰۴) یہ روایت صحیح ہے۔ صحیح ابوداود (۲۶۶۱)۔ یعنی مکہ سے مدینہ پہنچادے ایسا نہ ہو کہ مکہ میں انتقال ہوجائے اور ہجرت ناقص رہ جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک دیہاتی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اور آپ ﷺ جس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو یہ فرماتے: لا بأس طهور، إن شاء الله کوئی فکر نہیں، اللہ نے چاہا تو یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔ بخاری (۵۶۵۶)

☆ تیماردار کو چاہیے کہ مریض کی حالت دریافت کرے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے سلام کرنے کے بعد فرمایا: كيف تجدك تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے جواب دیا: بخير، يا رسول الله بخیر وعافیت ہوں، اے اللہ کے رسول ﷺ۔ ترمذی (۹۸۳) ابن ماجہ (۴۲۶۱) یہ روایت حسن ہے۔ صحیح الترمذی (۷۸۵)

یا مریض کے گھر والوں سے مریض کی خیریت دریافت کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے پاس سے آپ کی اس بیماری میں باہر نکلے جس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو

لوگوں نے پوچھا کہ اے ابوالحسن! (یہ حضرت علی کی کنیت ہے) رسول اللہ ﷺ نے کیسے صبح کی؟ فرمایا: الحمد لله، آپ ﷺ نے بہتر ہونے کی حالت میں صبح کی۔ بخاری (۴۴۴۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مریض زیادہ نازک حالت میں ہو، اور اس سے ملنا ممکن یا مفید نہ ہو تو اس کی بابت اس کے گھر والوں سے پوچھنا مستحب ہے۔ اسی طرح گھر والوں کے لیے ضروری ہے کہ مریض کی حالت مسرت افزا انداز میں بیان کریں تاکہ پوچھنے والوں کے دلوں کو بھی ہمت وحوصلہ ملے۔ دلیل الطالبین (۷۰۸/۱-۷۰۹)

☆ تیماردار کو چاہیے کہ مریض کو انابت الی اللہ، توبہ اور وصیت کی رغبت دلائے۔ بخاری (۲۷۳۸) مسلم (۱۶۲۷)

☆ تیماردار کو چاہیے کہ مریض کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرے۔ اور اس کے تمام امور کو لطف وکرم اور مدارات کے ساتھ انجام دے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ نہ اسے ڈانٹے اور نہ ہی بار بار ایک ہی کام کے لیے ہے۔ المغنی لابن قدامہ (۳۶۳/۳)

نبی ﷺ نے قبیلہ جہنیہ کی ایک عورت (جو زنا سے حاملہ ہوگئی تھی) اس کے اولیاء سے فرمایا: أحسن إليها اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ مسلم (۱۶۹۶)

اس حدیث پر امام نووی رحمہ اللہ نے ریاض الصالحین (۱۰۷/۱) میں ان الفاظ میں باب باندھا ہے: مرض کے خاندان، اور اس کے خدمت گذاروں کو مریض کے ساتھ اچھا سلوک کرنے، تکلیف اٹھانے اور اس کی طرف پیش آنے والی مشقتوں پر صبر کرنے کی تلقین۔

☆ تیماردار مریض کے پاس دیر تک نہ بیٹھے، بلکہ احوال وکوائف معلوم کرنے کے بعد جلد ہی رخصت ہو جائے۔ اور مریض پر بار گراں نہ بنے۔ ہاں اگر مریض اس کے ساتھ دیر تک رہنا پسند کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ الثمر الدانی (ص:۶۷۲)

☆ تیمارداری کا یہ عمل ثواب کی نیت سے ہو۔ إنما الأعمال بالنيات۔ عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔

☆ تیماردار کو چاہیے کہ غیر محرم اجنبی عورت کی عیادت کے وقت اس کے ساتھ تنہا نہ رہے۔ کیوں کہ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے۔ مسلم (۲۱۷۱) بلکہ اس کے پاس اس وقت رہے جب کوئی محرم موجود ہو۔

۵-عورت کی تیمارداری کرنا:

ام العلاء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میری عیادت کی اور فرمایا: أبشري يا أم العلاء، فإن مرض المسلم يذهب الله به خطاياه كما تذهب النار خبث الذهب والفضة۔ اے ام العلاء، خوش ہو جاؤ، بے شک بیماری کے ذریعہ اللہ تعالی مسلمان بندے کی گناہوں کو ایسے دور کر دیتا ہے جیسے آگ سونے اور چاندی کے میل کو دور کر دیتی ہے۔ ابوداؤد ۳۰۹۲ یہ حدیث صحیح ہے۔

۶-بار بار عیادت کرنا جائز ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب خندق کے دن سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے مسجد (نبوی) میں ایک خیمہ نصب کر دیا تاکہ آپ ﷺ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں۔ بخاری (۴۶۳) مسلم

(۱۷۶۹)۔امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس حدیث سے مریض کی باربار عیادت کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ابوداود(۳۱۰۱)

۷-اہل کتاب، ذمی اور غیر ذمی کی عیادت:

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عیادت اور تیمارداری کرتے۔اسی طرح ذمی اور غیر مسلم افراد کی بھی عیادت کرتے۔یہ نبی ﷺ کے اعلی اخلاق وکردار کی ایک اہم دلیل ہے۔اور اسلامی تعلیمات کے محاسن کا کھلا ثبوت ہے۔عبداللہ بن ابی (جو راس المنافقین ہے، جس کے منافقانہ کردار کی قرآن مجید گواہی دیتا ہے، اور جس نے اسلام کو زک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا) نبی ﷺ اس کے مرض الموت میں اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ابوداود(۳۰۹۴) یہ حدیث حسن ہے۔

بخاری (۱۳۵۶) میں ہے کہ ایک یہودی لڑکا بیمار پڑا تو نبی اکرم ﷺ اس کی عیادت کے لیے آئے، اور اس کے سرہانے بیٹھ گیے۔پھر اس سے فرمایا: أسلم مسلمان ہوجاؤ۔اس لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا، جو اس کے پاس تھا تو اس سے اس کے باپ نے کہا: ابوالقاسم (نبی ﷺ) کی اطاعت کرو، لہذا وہ مسلمان ہوگیا۔آپ ﷺ یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے: الحمد لله الذي أنقذه بي من النار تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہے جس نے اس کو میری وجہ سے جہنم سے نجات دی۔اسے ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ (۵۵۴) میں مطولا روایت کیا ہے۔

۸-بیماریاں گناہوں کا کفارہ ہیں:

اسلامی نقطۂ نظر سے چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی تکلیف دہ چیزیں مرد مومن کو ذنوب ومعاصی سے اس طرح پاک کردیتی ہیں جس طرح بارش کے قطرات درختوں پر پڑے ہوئے گرد وغبار کو صاف کردیتے ہیں۔حدیث شریف میں ابوسعید خدری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "ما يصيب المسلم من نصب ولا وصب ولا هم ولا حزن ولا أذى ولا غم حتى الشوكة يشاكها إلا كفر الله بها من خطاياه مسلمان کو جو بھی جسمانی تکان، بیماری، فکر،غم اور تکلیف پہنچتی ہے حتی کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالی اس کے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے۔بخاری (۵۶۴۱،۵۶۴۲) مسلم (۲۵۷۳) یہ اس وقت ہے جب مومن اس بیماری پر صبر کرے، جزع فزع کا شکوہ نہ کرے اور تقدیر الہی پر راضی رہے۔اگر ایسا کرتا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ اس دنیاوی تکلیف کے ساتھ دوسری مصیبت یہ ہوگی کہ وہ اجر وثواب سے محروم رہے گا۔اور گناہوں کا بوجھ بھی اٹھانا پڑے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، جس بھی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے، کانٹا لگے یا اس سے کوئی بڑی مصیبت آئے تو اللہ تعالی اسے اس کے برے اعمال کا کفارہ بنادیتا ہے۔اور اس کے گناہ اس سے اسی طرح گرتے ہیں جیسے پت جھڑ کے موسم میں درخت کے پتے گرتے ہیں۔بخاری (۵۶۴۷) مسلم (۲۵۷۱)

۹-ہدایات برائے مریض:

☆مریض پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالی کی قضاوقدر پر ایمان لائے۔

☆ جزع فزع کے بجائے صبر کرے۔ ابوداود (۳۱۲۴) المغنی لابن قدامہ (۳/۳۶۰)
☆ اللہ تعالی سے لولگائے۔ اور اللہ تعالی کے بارے میں حسن ظن (اچھا گمان) رکھے۔ مسلم (۲۸۷۷)
☆ اللہ تعالی کا ذکر کرے۔
☆ اپنی گناہوں پر اللہ رب العالمین کی پکڑ سے خوف کرے۔ اور حصول جنت کی امید رکھے۔ صحیح ابن ماجہ (۳۴۳۶)
☆ مریض بیماری کی حالت میں خود کے لیے دعا کرے اور دوسروں کے لیے بھی دعا کرے۔ بکثرت إنا لله وإنا إليه راجعون پڑھے اور یہ دعا کرے: "اللهم أجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها" اے اللہ میری مصیبت میں مجھے اجر عطا فرما، اور اس کی جگہ بہتر بدل عطا فرما۔ تو اللہ تعالی اس کی مصیبت میں اجر عطا کرتا ہے۔ مسلم (۹۱۸)
☆ مریض کو بیماری سے گھبرا کر موت کی تمنا نہیں کرنی چاہیے۔ اس سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ بخاری (۶۳۵۱) مسلم (۲۶۸۰)
☆ موت آنے سے پہلے اپنی تمام تر ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو جائے۔ بخاری (۲۴۴۹)
☆ مباح چیزوں سے علاج کرے۔ اور اللہ تعالی سے گریہ وزاری کرے اور شفا مانگے۔ ابوداود (۳۸۵۵) مختصر فقہ اسلامی (۲/۶۳۵)
☆ حرام دواؤں سے علاج نہ کرے۔ ابوداود (۳۸۷۰) ترمذی (۲۰۴۵) ابن ماجہ (۳۴۵۹) احمد (۲/۳۰۵)

☆☆☆

قارئین محدث کی خدمت میں

ماہنامہ ''محدث'' جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس سے شائع ہونے والا جماعت اہل حدیث کا واحد رسالہ ہے جو مسلسل کئی دہائیوں سے دینی، اصلاحی اور علمی معلومات آپ تک پہنچا رہا ہے، اس رسالے کا مقصد ہی یہی ہے کہ عوام تک صحیح اور نکھرا ہوا اسلام پہنچائے، ہم نے رسالے کے لیے ایسی پالیسی بنائی ہے کہ عوام وخواص سب یکساں طور پر اس سے مستفید ہوسکیں۔

محدث کا زر سالانہ نہایت قلیل یعنی -/Rs.150 ہے، ہمارے بہت سے اخوان صرف لاپرواہی کی وجہ سے مدت خریداری ختم ہونے کے بعد بھی زر سالانہ نہیں بھجواتے ہیں، حالانکہ اس کی اطلاع انہیں دے دی جاتی ہے، اس طرح کئی سال کا بقایا رہ جاتا ہے، جب محدث ارسال کیا جاتا ہے تو اس کے ایڈریس لیبل پر مدت خریداری اور اشتراک نمبر لکھ دیا جاتا ہے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اسے ضرور ملاحظہ کرلیا کریں۔ ہمارا ضمیر گوارہ نہیں کرتا کہ محض آپ کی غفلت کی وجہ سے رسالہ بھیجنا بند کریں، ہم سب کے لیے یہ ایک بڑا نقصان ہوگا۔

جن قارئین کے ذمہ محدث کا بقایا ہے، ان سے گزارش ہے کہ وہ بقایا رقم جلد از جلد ارسال فرمائیں تاکہ ہمارے رسالے کو معاشی بحران کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ والسلام (ادارہ محدث)

جادواور شیاطین کے شر سے بچنے کی دس تدبیریں

مولانا محمد ایوب سلفی/ استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

عموماً جادواور شیاطین وجن کے اثر اور شر سے بچنے کے لیے لوگ شرکیہ وکفریہ اعمال کا سہارا لیتے ہیں اور کاہنوں اور غلط قسم کے لوگوں کا چکر لگاتے ہیں۔ زیر نظر مضمون میں میں جادو کے اثر اور جن وشیاطین کے شر سے بچنے کی دس تدبیریں قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

(۱) شیطان اوراس کی ضرر رسانیوں سے بچنے کے لیے سب سے اہم چیز یہ ہے کہ آدمی اللہ، اس کے فرشتے، کتابیں، انبیاء ورسل، قیامت کے دن اور تقدیر کے خیر وشر پر ایمان رکھے۔ عقیدۂ توحید پر گامزن رہے اور شرک کی آلودگیوں سے اپنے دامن کو بچائے رکھے۔ اور اخلاص کے ساتھ اعمال صالحہ کرے اور صغیرہ وکبیرہ ہر طرح کے گناہوں سے بچے۔ جو ایسا کرے گا وہ ان شاء اللہ جن وشیاطین کے شر سے بچا رہے گا، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ﴾ (۱) اور ہم اسی طرح بچاتے رہے تا کہ اس سے برائی اور بے حیائی پھیرے رکھیں۔ اس آیت کریمہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو برائی سے بچانے کا ذکر اللہ تعالی کر رہا ہے، اگر اللہ چاہے تو اپنے نیک بندوں کو ہر طرح کی برائی اور تکلیف سے بچا سکتا ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا﴾ (۲) میرے نیک بندوں پر تیرا زور ہرگز نہ چل سکے گا، تمہارا پروردگار بطور کارساز کافی ہے۔

(۲) متقی لوگ بھی شیطان کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔ اگر انسان کے اندر تقوی کی صفت پیدا ہو جائے تو ان شاء اللہ اس پر شیطان حاوی نہیں ہوسکتا۔ تقوی کا مفہوم صرف نماز روزے ہی کی حد تک محدود نہیں ہے، بلکہ انسان اپنی زندگی کے ہر شعبے میں اپنے ظاہری وباطنی، چھوٹے بڑے تمام معاملات میں اللہ تعالی سے ڈرے۔ اور اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری میں اپنی زندگی گذارے۔

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰۗىِٕفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾ (۳) پرہیزگاروں کی طرف جب کوئی شیطانی خطرہ آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکایک وہ بینا ہو جاتے ہیں۔

(۱) یوسف: ۲۴۔ (۲) الاسراء: ۶۵۔
(۳) الاعراف: ۲۰۱۔

ارشادنبوی ہے: "احفظ الله يحفظك احفظ الله تجده تجاهك" (۱)۔
یعنی اللہ کے حق کی حفاظت کروتا کہ اللہ تعالی دنیاوآخرت کی پریشانیوں سے تجھے بچائے، اللہ کے حق کی حفاظت کرو تاکہ تم اللہ کواپنے پاس مددگار پاؤ۔

(۳) اگر کسی پر جادو ہو یا شریر جن وشیاطین اسے پریشان کررہے ہوں تو چاہیے کہ وہ صدق دلی کے ساتھ واجبات وشرائط دعا کی رعایت کرتے ہوئے اللہ تعالی سے دعا کرے اور بچوں کے ساتھ اگر معاملہ ہوتو اس بچے کے لیے دعا کریں اور اس کے دربار میں روروا ور گڑگڑا کر سلامتی کا سوال کریں، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (۲) تمہارے رب نے کہا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

سورہ نمل کے اندراللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿أمن يجيب المضطر إذا دعاه ويكشف السوء﴾ بھلا کون ہے جو مجبوروں کی دعائیں قبول کرتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے۔

مذکورہ آیتوں میں اللہ تعالی بڑے بلیغ انداز میں اپنے بندے کو دعا کرنے کا حکم دے رہا ہے اور اسے قبول کرنے کا وعدہ کررہا ہے۔ظاہر ہے اللہ تعالی کے علاوہ کسی کی پکار سننے کی کسی کو طاقت اور قدرت بھی حاصل نہیں ہے۔لہذا کسی بھی مصیبت میں اسی کو پکارا جائے اور اس طرح سے پکارا جائے اور دعا کی جائے کہ اللہ تعالی سے اس کی قبولیت کا پورا یقین ہو، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "ادعو الله وأنتم موقنون بالاجابة" (۳) اللہ تعالی سے دعا کرو اور اس دعا کی قبولیت کا پورا یقین رکھو۔ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے دعا کو مومن کا ہتھیار قرار دیا ہے۔مومن بندے اس مضبوط ہتھیار کو استعمال کرکے ہر طرح کے دشمن کے شر اوران کی ایذارسانیوں سے بچ سکتے ہیں۔

(۴) جادواور جن وشیاطین کے شر سے محفوظ رہنے کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان سے اللہ تعالی کی پناہ طلب کی جائے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (۴) اوراگر شیطان کی طرف سے تمہیں کسی قسم کی چھیڑ پہنچے تو اللہ کی پناہ لیا کرو وہ سنتا اور جانتا ہے۔

یعنی شیطان کی طرف سے کسی قسم کا خوف ہوتو "أعوذ بالله من الشيطان الرجيم" پڑھنا چاہیے۔اللہ تعالی اپنی قدرت سے شیطانی حرکتوں سے بچاسکتا ہے۔اسی طرح شیاطین کے شر سے پناہ طلب کرنے کے لیے ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ اور ﴿قل أعوذ برب الفلق﴾ پڑھنا چاہیے۔یہ دونوں سورتیں استعاذہ کی بہترین دعائیں ہیں۔

امام ترمذی نے روایت کیا ہے، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: "كان النبي ﷺ يتعوذ من الجان وعين الانسان حتى نزل المعوذتان فلما نزلت أخذ بهما وترك ما سواهما". (۵)

(۱) الترمذی، کتاب القیامۃ، برقم:۲۵۱۶، وصححہ الألبانی۔ (۲) غافر:۶۰۔
(۳) رواہ الترمذی فی جامع الدعوات، برقم:۳۴۷۹ وحسنہ الألبانی۔ (۴) فصلت:۳۶۔
(۵) رواہ الترمذی فی الطب، برقم:۲۰۵۸۔

یعنی نبی کریم ﷺ جنات اور نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے، جب یہ دونوں سورتیں اتریں تو آپ نے انہیں لے لیا اور باقی کو چھوڑ دیا، جن وشیاطین کے شر سے بچنے کے لیے ان دونوں سورتوں کی کثرت سے تلاوت کرنا چاہیے اور ہر روز صبح وشام اور رات کو سوتے وقت ان کو پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

رات کو سوتے وقت ان دونوں سورتوں کو پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک کر چہرے اور جسم پر ہاتھوں کو مل لینا چاہیے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ان سورتوں کو پڑھ کر اپنے ہاتھ پر پھونک کر چہرہ اور جسم پر مل لیا کرتے تھے۔ان دونوں سورتوں کو پڑھنے اور جسم پر دم کرنے سے جادو کا بھی اثر ختم ہوجاتا ہے اور اللہ تعالی جادوزدہ وشفایاب کردیتا ہے۔

جب نبی ﷺ پر جادو کیا گیا تو جبرئیل علیہ السلام یہی دوسورتیں لے کر حاضر ہوئے اور فرمایا کہ ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور یہ جادو فلاں کنویں میں ہے، آپ ﷺ نے حضرت علی کو بھیج کر اسے منگوایا (یہ ایک کنگھی کے دندانوں اور بالوں کے ساتھ ایک تانت کے اندر گیارہ گرہیں پڑی ہوئی تھیں اور موم کا ایک پتلا تھا جس میں سوئیاں چبھوئی ہوئی تھیں۔ جبرئیل علیہ السلام کے حکم کے مطابق آپ ﷺ ان دونوں سورتوں میں سے ایک ایک آیت پڑھتے جاتے اور گرہ کھلتی جاتی اور سوئی نکلتی جاتی۔خاتمے تک پہنچتے پہنچتے ساری گرہیں بھی کھل گئیں اور سوئیاں بھی نکل گئیں اور آپ ﷺ اس طرح صحیح ہوگئے جیسے کوئی شخص جکڑ بندی سے آزاد ہوجائے۔(دیکھئے تفسیر احسن البیان ص ۱۷۵۴-۱۷۵۵)(۱)

ابن ماجہ، ترمذی اور نسائی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس ان کی بیماری کی حالت میں تشریف لائے اور کہا کہ اے محمد ﷺ کیا آپ بیمار ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی: "بِسۡمِ اللّٰهِ أَرۡقِيۡكَ مِنۡ كُلِّ دَاءٍ يُؤۡذِيۡكَ وَمِنۡ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ وَعَيۡنٍ، اَللّٰهُ يَشۡفِيۡكَ" یعنی اللہ تعالی کے نام سے میں دم کرتا ہوں ہر اس بیماری سے جو تمہیں تکلیف پہنچائے۔اور ہر حاسد کی برائی سے اور نظر بد سے اللہ تجھے شفا دے۔(۲)

اس بیماری سے مراد وہی بیماری ہے جس میں آپ کو جادو کیا گیا تھا، آپ ﷺ اس بیماری سے شفایاب ہوگئے۔(۳)

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی یہ دعا بھی جادو کیے ہوئے شخص پر پڑھ کر دم کرنا چاہیے، ان شاء اللہ شفا ہوگی۔

مترجم وشارح بخاری شریف جناب مولانا وحید الزماں صاحب نے ذکر کیا ہے کہ وھب بن منبہ سے منقول ہے کہ سبز بیری کے سات پتے لے کر ان کو دو پتھروں میں کچل کر ان پر پانی ڈالے اور آیۃ الکرسی اور وہ سورتیں جن کے سرے پر قل ہے پڑھے (یعنی چاروں قل) پھر اس میں سے تین چلو جس پر جادو ہوا ہے اسے پلا دے، اور اسی پانی سے اس کو غسل دے، اللہ چاہے گا تو جادو کا اثر چلا جائے گا۔(۴)

---

(۱) البخاری فی الطب برقم: ۵۷۶۳۔ (۲) الترمذی، الجنائز، برقم: ۹۷۲۔
(۳) تفسیر ابن کثیر: ۶/۵۸۷۔ (۴) تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری شریف جلد ہفتم ص ۵۲۰، نیز دیکھیں: فتح المجید شرح کتاب التوحید ص ۲۶۴۔

مذکورہ بالا تدبیر چونکہ شریعت اور اسلامی عقائد کے منافی نہیں ہے، لہٰذا جادو کے اثر کو زائل کرنے کے لیے اس کو آزمانا چاہیے، ان شاء اللہ قرآن کی برکت سے جادو کا اثر جاتا رہے گا، جن وشیاطین کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرنے کے لیے مندرجہ ذیل دعائیں بھی مفید ہیں:

(۱) "رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَّحْضُرُوْنِ". (۱)

''اے پروردگار میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے پروردگار اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آموجود ہوں''۔

(۲) "أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَّحْضُرُوْنِ". (۲)

''میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے پورے پورے کلموں کے ساتھ اس کے غضب وعذاب اور اس کے برے بندوں اور شیاطین کے وسوسوں اور شیطانوں کے حاضر ہونے سے''۔

(۳) "أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ". (۳)

''میں اللہ کی مخلوقات کے شر سے اللہ کے کامل کلمات کے ذریعہ پناہ چاہتا ہوں''۔

(۴) "أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ" (۴)

''میں اللہ کے پورے پورے کلمات کے ذریعہ پناہ چاہتا ہوں، ہر شیطان پر ایذا دینے والے جانوروں اور ہر نظر لگنے والی آنکھ سے''۔

(۵) شیطان کے وسوسے اس کے شر اور اس کی ایذا رسانیوں سے بچنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے ہمیں یہ بھی دعا سکھلائی ہے:

"آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ اَللّٰهُ أَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ". (۵)

''نبی کریم ﷺ نے یہ دعا اس وقت کے لیے سکھلائی ہے جب آدمی نیند میں شیطان وغیرہ سے ڈرے یا شیطانی وسوسہ محسوس ہو''۔

نیند میں ڈرنے، شیطانی وسوسہ محسوس کرنے یا مکروہ چیز دیکھنے والے کو یہ دعا پڑھ کر اپنے بائیں جانب تین بار تھکتھکانا

(۱) المومنون: ۹۷، ۹۸۔

(۲) أبوداؤد، کتاب الطب، باب کیف الرقی برقم: ۳۸۹۳، وحسنہ الألبانی۔

(۳) مسلم فی الذکر والدعاء برقم: ۶۸۸۰۔

(۴) ترمذی، کتاب الدعوات برقم: ۳۴۷۷ وصححہ الألبانی۔

(۵) سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ: ۱/۱۸۵۔

چاہیے، پھر "أعوذ بالله من الشيطان الرجيم" پڑھنا چاہیے۔اس طرح سے شیطانی وسوسہ دور ہوجائے گا۔

ان کے علاوہ بھی قرآن وحدیث میں شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرنے کی دعائیں منقول ہیں،ان دعاؤں کو ہر مسلمان مردعورت کو صبح وشام پڑھ کر اللہ کی پناہ طلب کرنا چاہیے۔ایسا کرنے والے ان شاء اللہ شیطان کے شر سے محفوظ رہیں گے۔

(۵) آیۃ الکرسی پڑھنے سے شیطان انسان کے قریب نہیں آتا ہے اور انسان اس کی شرارتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنات کا ایک واقعہ نقل کیا ہے، آنحضور ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ کو زکوۃ کے مال کا محافظ بنایا، رات میں ایک شخص آیا اور اس میں سے چرانے لگا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کو پکڑا اور کہا کہ تم کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلوں گا وہ رونے گڑگڑانے لگا اور اپنی محتاجگی کی شکایت کرنے لگا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کو چھوڑ دیا۔

اسی طرح سے وہ تین دن تک آتا رہا، تیسری رات ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم ہمیشہ یہی کہتے ہو کہ اب نہیں آؤں گا اور آدھمکتے ہو، اس بار میں تم کو نہیں چھوڑوں گا، اس آدمی نے کہا کہ مجھ کو چھوڑ دو، میں تمہیں کچھ ایسے کلمات سکھاتا ہوں جن سے اللہ تمہیں فائدہ پہنچائے گا، حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ وہ کون سے کلمات ہیں، اس نے بتلایا کہ جب تم بستر پر سونے جاؤ تو ﴿الله لا إله إلا هو الحي القيوم ...... الخ﴾ پڑھ لو تمہارے اوپر اللہ کی طرف سے ایک نگراں متعین کردیا جائے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔جب حضرت ابو ہریرہ نے آنحضور ﷺ کو یہ واقعہ بتلایا تو آپ ﷺ نے فرمایا جو کچھ اس نے کہا وہ تو ٹھیک ہے، لیکن وہ جھوٹا اور شیطان ہے"۔(۲)

آیۃ الکرسی قرآن کی سب سے بڑی آیت ہے، احادیث میں اس کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، ہر مسلمان مرد وعورت کو اس کی تلاوت کرنا چاہیے اور بالخصوص سونے سے پہلے ضرور پڑھنا چاہیے۔

(۶) جس گھر میں سورہ بقرہ کی تلاوت ہو وہ گھر شیطان سے محفوظ رہتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لا تجعلوا بيوتكم مقابر إن الشيطان يفر من البيت الذي تقرأ فيه سورة البقرة". (۳)

یعنی اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، بیشک شیطان اس گھر سے دور بھاگتا ہے جس میں سورہ بقرہ کی تلاوت ہو، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "من قرأ بالآيتين من آخر سورة بقرة في ليلة كفتاه" (۴) یعنی جس نے کسی رات سورہ بقرہ کی دو آخری آیتیں پڑھیں تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔یعنی اس رات کے شر وفساد اور شیطانی خطرات سے کفایت کریں گی۔

(۱) البخاری فی التعبیر برقم:۷۰۴۴۔ (۲) بخاری، کتاب فضائل القرآن ملخصا، برقم:۵۰۱۰۔

(۳) أخرجہ المسلم فی صلاۃ المسافرین، برقم:۱۸۲۴۔

(۴) رواہ البخاری فی المغازی برقم:۴۰۰۸، ومسلم: صلاۃ المسافرین، برقم:۱۸۸۰۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''اپنے گھروں میں سورہ بقرہ کی تلاوت کرو، کیونکہ جس گھر میں سورہ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے اس گھر میں شیطان نہیں جاتا۔(۱)

نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "اقرؤا سورة البقرة فإن أخذها بركة وتركها حسرة ولا يستطيعها البطلة". (۲)

''یعنی سورہ بقرہ پڑھا کرو، اس کا لینا برکت ہے اور چھوڑنا حسرت ہے، جادوگر اس کی طاقت نہیں رکھتے''۔

مذکورہ بالا احادیث سے جن وشیاطین اور شیطانی اعمال سے حفاظت کے سلسلے میں سورہ بقرہ کی فضیلت واضح ہوگئی، لہذا ہر مومن مرد وعورت کو اپنے گھروں میں اس کی تلاوت کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، تاکہ گھر کے افراد پر شیطان کا زور نہ چل پائے، امید کہ مسلمان بھائی اس کا اہتمام کرکے اپنے ایمان وعقیدے کو ایمان فروشوں سے بچالیں گے۔

(۷) مندرجہ ذیل دعا دن میں سو بار پڑھنے سے اللہ تعالی اپنے بندے کو شیطان اور اس کے شر اور اس کی بداعمالیوں سے بچالے گا، دعا یہ ہے: "لا إله إلا الله وحده لا شريك له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير".

نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ اکیلا اللہ جس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک اور تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ''لا إلہ الا اللہ ...الخ'' دن میں سو مرتبہ کہے گا تو اس کو دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، دس نیکیاں ملیں گی اور دس گنا معاف ہوں گے اور شام تک شیطان کے شر وفساد سے بچا رہے گا اور کوئی شخص اس دن اس سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں لاسکے گا، البتہ وہ شخص لاسکے گا جو اسی کلمہ کو سو بار سے زیادہ پڑھے گا۔(۳)

(۸) کثرت سے ذکرواذکار کرنے والے بندے کو بھی اللہ تعالی شیطان اور شیطانی اعمال سے محفوظ رکھتا ہے۔ ذکر الہی کا مفہوم بہت وسیع ہے، اس میں نماز، روزہ، حج وزکوۃ، تکبیر وتحمید، تہلیل اور تلاوت قرآن وغیرہ سب شامل ہیں یعنی بندہ ان ساری عبادات کے ذریعہ ہمہ وقت اللہ تعالی کی یاد میں لگا رہے اور اسلام کا مکمل پابند ہوکر زندگی گذارے، اللہ تعالی کی معصیت ونافرمانی سے احتراز کرے، ان شاء اللہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا، آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

"إن الله أمر يحيى بن زكريا عليهما السلام بخمس كلمات ان يعمل بها ويأمر بني إسرائيل أن يعملا بها وذكر فيها وكذلك العبد لا يحرز نفسه من الشيطان إلا بذكر الله". (۴)

یعنی اللہ تعالی نے حضرت یحیٰ علیہ السلام کو پانچ کلمات پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا تھا اور بنی اسرائیل کو بھی انہیں کا پابند

---

(۱) مستدرک حاکم: ۲/۲۶۰۔   (۲) رواہ مسلم فی صلاۃ المسافرین برقم: ۱۸۲۴۔

(۳) رواہ البخاری فی بدء الخلق، برقم: ۳۲۹۳، ومسلم فی الذکر والدعاء قم: ۶۸۴۲۔

(۴) رواہ الترمذی فی الامثال برقم: ۲۸۶۳۔

بنایا ے، جن میں ایک یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو ذکر الٰہی ہی کے ذریعہ شیطان سے بچاسکتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إن الشيطان جاثم على قلب ابن آدم إذا ذكر الله خنس وإذا غفل وسوس إليه" (۱) یعنی انسان کے دل پر قابض رہتا ہے، جب وہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب غافل ہوجاتا ہے تو طرح طرح کا وسوسہ ڈالنے لگتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ذکر الٰہی کرنے والا اپنے کو محفوظ قلعہ میں داخل کرلیتا ہے، شیطان اس کو گمراہ نہیں کرسکتا۔(۲)

تلاوت قرآن کریم ذکر الٰہی کا بہت اچھا طریقہ ہے، ہر مسلمان مرد وعورت کا شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے کثرت ذکر واذکار اور تلاوت قرآن کریم کا اہتمام کرنا چاہیے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لاَ يُؤْمِنُونَ بِالآخِرَةِ حِجَاباً مَّسْتُوراً﴾ (۳)

''اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ اور آخرت کے منکروں کے درمیان ایک مخفی پردہ کردیتے ہیں۔

ظاہر ہے جن وشیاطین جو انسان کو ایذا پہنچاتے ہیں وہ شریر، بدمعاش، مشرک اور کافر ہوتے ہیں اور عذاب الٰہی کا انہیں خوف نہیں ہوتا، لہذا اللہ تعالی نے ان کے شر سے بچنے کے لیے مومن بندوں اور ان کے درمیان پردہ حائل کردیتا ہے، اللہ کے نیک بندوں پر ان کا زور نہیں چلتا۔

ذکر الٰہی میں سے یہ بھی ہے کہ ہر کام کو شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھا جائے، کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں دعا پڑھی جائے، اسی طرح پانی یا کوئی بھی چیز پینے سے پہلے اور بعد میں پاخانہ جاتے وقت اور پاخانہ سے فارغ ہوکر، سواری پر سوار ہوتے وقت، گھر میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت، ہمبستری کے وقت اور دیگر امور میں بھی مسنون دعائیں پڑھی جائیں۔ یہ ساری دعائیں کسی بھی دعاء ماثورہ کی کتاب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

اسی طرح گھر کا دروازہ بند کرتے وقت اللہ کا نام یعنی بسم اللہ پڑھنا چاہیے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "واغلقوا الأبواب واذكروا اسم الله فإن الشيطان لا يفتح بابا مغلقا" (۴)

یعنی سوتے وقت اللہ کا نام لے کر دروازہ بند کرو، بیشک شیطان بند دروازہ نہیں کھول کتا۔

اسی طرح چراغ بجھاتے وقت، برتن ڈھکتے وقت بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا چاہیے۔ اس طرح سے گھر کی تمام

(۱) تفسیر طبری ج ۳ ص ۲۲۸، الحاکم ج ۲ ص ۵۴۱، فتح الباری ج ۸ ص ۷۴۱۔
(۲) ترمذی فی الامثال برقم: ۲۸۶۳۔
(۳) الاسراء: ۴۵۔
(۴) رواہ البخاری فی بلاء الخلق، برقم: ۳۳۰۴۔

چیزیں شیطان کے اثر سے محفوظ رہیں گی، ان شاءاللہ۔

(۹) اذان جس طرح ایک اسلامی شعار اور نماز کے لیے بلانے اور اس کے وقت کی خبر دینے کا بہترین ذریعہ ہے اسی طرح شیطان بھگانے کا بھی بہت بہتر ہتھیار ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "إن الشيطان إذا نودي للصلاة ولّى وله حصاص" (۱) یعنی جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتے ہوئے بھاگتا ہے۔

ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر چھوٹی بڑی بستی میں اذان اور جماعت کا اہتمام کریں تاکہ اس بستی کے لوگ شیطان کے شر وفساد اور اس کی ایذا رسانی سے بچے رہیں۔

(۱۰) عورتیں شیطان کا آلہ کار ہیں، جب بھی وہ بن سنور کر اپنی زینت کو ظاہر کرتے ہوئے اور خوشبو لگا کر گھر سے نکلتی ہیں تو شیطان ان کے پیچھے لگ جاتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "المرأة عورة فإذا خرجت انتشر فيها الشيطان" (۲) یعنی عورت کا پورا جسم شرم گاہ ہے جب وہ نکلتی ہے تو شیطان تاک جھانک کرنے لگتا ہے۔

عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ عورت ہی شیطان کی زد میں آتی ہیں، آئے دن معاشرے میں یہ خبر پھیلتی ہے کہ فلاں عورت کو بھوت پکڑا ہے، فلاں عورت شیطان کی وجہ سے طرح طرح کی نازیبا حرکتیں کرتی ہے۔

لہذا عورتوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ خوشبو لگا کر بن سنور کر بے پردہ نہ نکلیں اور اگر گھر سے نکلنا ضروری بھی ہو تو پردے کا اہتمام کر کے نکلیں تاکہ شیطان کے شر سے محفوظ رہیں۔

اسی طرح شام کے وقت بچوں کو بھی باہر پھرنے سے روکے رکھنا چاہیے، اس وقت بھی شیطان گھومتے پھرتے اور اپنا شکار تلاش کرتے رہتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "إذا كان جنح الليل أو أمسيتم فكفوا صبيانكم فإن الشيطان تنتشر حينئذ فإذا ذهب ساعة من الليل فخلوهم". (۳)

''جب رات کا اندھیرا شروع ہو یا یوں کہا کہ جب شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو باہر پھرنے سے روکے رکھو، کیونکہ شیطان اس وقت پھیل پڑتے ہیں، البتہ جب ایک گھڑی رات گذر جائے تو اس وقت بچوں کو چھوڑ دو۔

☆☆☆

(۱) أخرجه مسلم في الصلاة برقم: ۸۵۸۔

(۲) رواه الترمذي في النكاح برقم: ۱۱۷۳، وصححه الألباني۔

(۳) رواه البخاري في بدء الخلق، برقم: ۳۳۰۴۔

مدارس اسلامیہ میں تعلیمی انحطاط: منظر اور پس منظر

ابوطلحہ بن محمد ابراہیم سلفی

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ علم سے دنیا میں روشنی اور جہالت سے تاریکی پھیلتی ہے۔ علم کی روشنی سے انسان اپنی منزل تک آسانی سے پہنچ سکتا ہے، جبکہ جہالت کی تاریکی میں یہ سفر آسان نہیں ہوتا۔ ہر دور میں علم کی افادیت تھی، ہے اور رہے گی۔ قابیل نے ہابیل کو موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن اس کے ذہن میں اسے چھپانے کا طریقہ نقش نہ ہوا چنانچہ ایک کوے کے طرز عمل سے انہیں علم ہوا کہ لاش کو کیسے دفنایا جائے۔

مدارس اسلامیہ تعلیم وتعلم، تہذیب وثقافت کے گہوارے ہیں، یہیں سے علم دین کی کرنیں پھوٹتی ہیں، انہی سے اسلام کو تحفظ اور مسلمانوں کی زندگی میں انقلاب آتا ہے اور انہی مدارس سے نکلنے والے افراد معاشرے کو اصلاح کی صحیح سمت عطا کرتے ہیں لہٰذا ہمیں ان کی بقا، طرز تعلیم اور معیار تعلیم پر توجہ دینی ہوگی۔ یہی مدارس ہیں جہاں سے عظیم محدثین ونامور مفسرین پیدا ہوئے جنہوں نے خدمت دین وخدمت خلق کے تئیں اپنی حیات مستعار کو وقف کر دیا اور اس دنیا سے نیکیوں کو بطور زادسفر لے کر رخصت ہوگئے، آج وہ بھلے ہی ہماری نگاہوں کے سامنے موجود نہیں لیکن جب ہم ان کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو عش عش کرتے ہیں۔ آخر وہ بھی انسان تھے، لیکن ان کی جفاکشی اور محنت ولگن نے ان کو عزت وتوقیر کے اعلیٰ مقام تک پہنچا دیا۔

آخر کیا اسباب ووجوہات ہیں جن کی بنیاد پر ہمارے مدارس کا علمی معیار تنزلی کا شکار ہو رہا ہے، زمانہ قدیم میں وسائل محدود تھے، کتابوں کی فراہمی دشوار کن وکٹھن تھی، مدارس کی قلت تھی، معیشت کی زبوں حالی تھی، سفر مشکل تھا، رات کی پڑھائی کے لئے موم بتی اور چراغ کی ہلکی ہلکی روشنی سے مدد لی جاتی تھی، اچھے قلم اور معیاری کاغذات مفقود تھے، مدارس کی مالی حالت خستہ تھی، کلاس روم کی قلت تھی، اچھا اور صاف پانی کمیاب تھا، برقی لائٹ کی فراہمی نہ تھی اور اس طرح کی سیکڑوں کٹھنائیاں تھیں لیکن اس کے باوجود سلف صالحین وائمہ کرام نے ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے جنہیں دیکھ کر آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں۔ یہ کارنامے دراصل ان کی محنت ومشقت، خلوص وللّٰہیت، یقین محکم اور عمل پیہم کا ثمرہ ہیں۔

دور جدید میں ہر قسم کی سہولیات ہیں، اچھا کھانا، اچھا ہاسٹل، کتابوں کی اچھی چھپائی اور بہ آسانی ان کا حصول، عمدہ کاپی، ایک سے ایک قلم، بجلی پانی کی بہتات، کمپیوٹر میں مختلف مکتبات کا سما جانا، انٹرنیٹ میں متنوع مجلّات وجرائد تک بہ آسانی رسائی، کلاس روم کی جاذبیت، منقش بلیک بورڈ اس کے علاوہ بہت ساری آسائش کی چیزیں مہیا ہیں اس کے باوجود علمی معیار

کو زوال ہے اگر مدارس کے علمی معیار کو بلندی عطا کرنا چاہتے تو ہمیں مندرجہ ذیل امور پر دھیان دینا ہوگا۔

خلوص وللّٰہیت:

انسان آخر انسان ہے، کوئی شخص خطا سے خالی نہیں ہے، ہر فرد سے خطا ہونے کا امکان ہے، لیکن اس کے تدارک کا حل بھی موجود ہے، ہر کام میں خلوص وللّٰہیت اشد ضروری ہے، یہی وہ چیز ہے جو انسان کو کامل اور اللہ کا خالص بندہ بناتی ہے اور جب بندہ خالص اللہ کے لئے ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف مدد کا ہاتھ بڑھا دیتا ہے۔ اخلاص کا حکم قرآن کریم کی سورہ بینہ میں ’وما أمروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین له الدین‘ کے ذریعہ بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے لہٰذا جو شخص بھی نیکی کا کام کرے خواہ مدرسہ کے ذمہ دار کی حیثیت سے، مدرس کی حیثیت سے یا معاون وغیرہ کی حیثیت سے ان کے قلوب میں خلوص وللّٰہیت ہونی چاہئے، دوسری طرف طلباء کو بھی چاہئے کہ اس عظیم صفت سے متصف ہوں تاکہ وہ اللہ کی خاص توفیق سے نوازے جائیں۔

خوف الٰہی:

ہر انسان کے دل میں ہمہ وقت اللہ کی خشیت اور اس کا خوف طاری رہے تاکہ غلط افکار ونظریات اور برے افعال و اعمال کی طرف قدم نہ بڑھے، ذمہ داران مدارس، طلبائے مدارس اور اہل خیر کو خصوصاً اس جانب توجہ دینی چاہئے کیونکہ خشیت الٰہی کے بنا پر انسان کا قدم غلط راہ کا راہی ہوجاتا ہے اور اسے اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

دیانتداری:

ذمہ داران مدارس کی حیثیت امین کی ہے اور امین کے لئے زیبا نہیں کہ امانت میں خیانت کو در آنے دیں۔ دیانتداری مومن کی پہچان اور اس کی شان ہے لہٰذا ذمہ داران سے خصوصاً گزارش ہے کہ جملہ امور میں دیانتداری کو ملحوظ رکھیں اور اپنے مدارس کے تعلیمی معیار کو بلند پروازی عطا کریں۔ مدرسہ قوم کی امانت ہے، اس امانت کی رکھوالی ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔

عصبیت:

مدارس اسلامیہ تمام مسلمانوں کے قلعے ہیں، ان قلعوں میں ہر مسلمان کا یکساں حق ہے، کسی کو کسی پر کوئی برتری اور بالادستی نہیں۔ ذمہ داران سے لے کر اساتذہ تک ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ تمام طلباء کو حصول تعلیم کا یکساں حق عطا کریں، اسی راہ پر چل کر تعلیمی معیار کے زوال اور اس کی زبوں حالی سے گلوخلاصی ممکن ہے۔ تمام طلباء پر یکساں دھیان دیا جائے اور سب کے حق میں ایک ہی قانون نافذ کیا جائے تاکہ طلباء میں خلفشار کا ماحول پیدا نہ ہو اور تعلیم کے لیے فضا سازگار رہے۔

اہل خیر کی قدردانی:

ہر شخص اپنے مرتبہ کے اعتبار سے قدر کا مستحق ہے، اگر کوئی شخص مدرسہ کی جانب تعاون کا ہاتھ بڑھائے تو اس کی توقیر و تعظیم کرنا ذمہ داران پر فرض ہے، اس کو تشکر وامتنان پیش کیا جائے، اس سے نہ صرف اس کی عزت افزائی ہوگی بلکہ مزید تعاون

کرنے کا جذبہ بھی پیدا ہوگا، اگر تشکرانہ کلمات بذیعہ مراسلہ تحریری شکل میں ہوں تو زیادہ حوصلہ افزا ثابت ہوں گے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ مدرسہ مالی اعتبار سے مضبوط ہوگا اور اپنے مسائل کو آسانی سے حل کر سکے گا۔

ذمہ داران واساتذہ کا باہمی ربط:

ویسے تو ہر فرد کا ہر ایک سے ربط وتعلق ضروری ہے تاکہ معاملات بحسن وخوبی انجام پائیں اور جب ذمہ داران واساتذہ کا معاملہ ہو تو اس کی اہمیت اور بھی دوچند ہو جاتی ہے۔ ذمہ داران کا تعلق اساتذہ سے جتنا مضبوط ہوگا، اساتذہ بھی اتنی ہی محنت ولگن سے تدریس کے فرائض انجام دیں گے جس کا فائدہ طلباء کو ہوگا اور تعلیم کا معیار بھی بلند ہوگا۔ ذمہ داران کو چاہئے کہ ہمہ وقت مدرسہ کے تعلیمی معیار اور نظم وضبط پر کڑی نظر رکھیں اور جب بھی کوئی خامی نظر آئے اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے اور یہ کام اساتذہ سے مل بیٹھ کر ہی ہو سکتا ہے۔ معلمین سے تعلیمی نظام اور اس میں بہتری کے طریقے پر مشورہ کیا جائے اور مشورہ میں پیش کی گئی تجویز پر عمل درآمد کرنے کے لئے لائحہ عمل مرتب کیا جائے اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کو بھی ملحوظ رکھیں اور اساتذہ پر بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ غلط مشورے وتجویز پیش کرنے سے گریز کریں اور مشورے میں اپنے مفاد کو ملحوظ نہ رکھیں بلکہ طلباء کے مفاد کو مقدم رکھیں، کیونکہ غلط مشورہ دینا خیانت ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: 'ومن اشار علی اخیه بأمر يعلم أن الرشد في غيره فقد خانه (حسن) سنن ابوداؤد ۳۶۵۷) جو شخص کسی معاملہ میں اپنے بھائی کو مشورہ دے حالانکہ اس کو معلوم ہے کہ بھلائی اس میں نہیں بلکہ اس کے علاوہ میں ہے تو اس نے اس کی خیانت کی۔

ذمہ داران کی طلباء سے قربت:

مدارس میں زیر تعلیم طلباء کی اکثریت کا قیام گاہ عموماً اندرون مدرسہ ہی ہوا کرتا ہے جسے دار الاقامہ کہتے ہیں، یہاں ان کا کوئی خوشی وغمی میں شریک نہیں ہوتا، لے دے کر طلباء کی آپسی ہمدردیاں اور غم خواریاں۔ ذمہ داران کو چاہئے کہ طلباء کا حال معلوم کریں ان کی خیریت دریافت کریں اور غریب ونادار طلباء کا پتہ لگا کر ان کا مالی تعاون بھی کریں خصوصاً ناظم جامعہ پر فریضہ عائد ہوتا ہے کہ کم از کم ماہ میں ایک مرتبہ ضرور دار الاقامہ کا دورہ کریں اور طلباء کے حالات کا جائزہ لیں ان سے ملیں اور ان کی حوصلہ افزائی کریں، اس سے طلباء میں تعلیمی جوش پیدا ہوگا اور جذبہ محنت میں اضافہ ہوگا۔

معلم اور متعلم کا ناطہ:

پڑھنے پڑھانے والوں کا آپس میں گہرا اور مضبوط ربط وتعلق ہو، اگر کوئی طالب علم اپنے استاد سے علمی گفتگو کرنا چاہے تو استاد کی ذمہ داری ہے کہ اس کو بھرپور موقع دیں اور ڈانٹ وپھٹکار کے ذریعہ دل آزاری نہ کریں اور نہ ہی اس کو مایوس کریں۔ طالب علم کو چاہئے کہ حتی الامکان اساتذہ فن سے رجوع کرے تاکہ کم وقت میں زیادہ سے زیادہ استفادہ ممکن ہو۔ متعلم ہر موڑ پر استاد کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھائے اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کرے تاکہ تعلق خوشگوار رہے اور اچھے ماحول میں

علم کی روشنی پھیلے۔

عربی بول چال کا ماحول:

عربی زبان وادب کی اہمیت کسی بھی ذی فہم انسان سے مخفی نہیں ،علم دین کا سارا ذخیرہ اسی زبان کی کتابوں میں موجود ہے، دین کے صحیح افہام وتفہیم کے لئے عربی دانی ضروری ہے اور عربی صرف پڑھ لینے اور اس کے چند قواعد کو زبان زد کر لینے سے نہیں آئے گی جب تک کہ ہم اس کو بول چال میں استعمال نہ کریں، ہر طالب علم اپنی سہولت کے اعتبار سے اس کے لئے ایک وقت مقرر کرے اور مقرر شدہ وقت کو عربی بولنے میں صرف کرے،اس سے نہ صرف اس کی زبان کی اصلاح ہوگی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ عربی کی درسی کتابوں نیز عربی میں موجود دینی وفقہی کتابوں کو سمجھنے کی قابلیت میں اضافہ ہوگا۔

خالی گھنٹیوں کا صحیح استعمال:

قدیم زمانہ میں طلباء کو جس فن میں دلچسپی ہوتی وہ اپنی دلچسپی کے مطابق اساتذہ کی کھوج کرتے اور ان کے پاس جاکر زانوئے تلمذ تہ کر لیتے لیکن بدلتی سوچ وفکر کے ساتھ ساتھ تعلیمی نظام میں بھی دھیرے دھیرے کئی تبدیلیاں آئیں اور مدارس و کالجز کا قیام عمل میں آیا۔ چونکہ مدارس کے قیام کا مقصد کم وقت اور منظّم شکل میں مختلف علوم وفنون سے واقف کرانا ہے لہٰذا دانشوران ملت نے اس کے لئے الگ الگ گھنٹیاں تجویز کیں جس کا فائدہ یہ ہے کہ بیک وقت سیکڑوں طلباء کو مدرسین کے دروس سے مستفید ہونے کا موقع ملتا ہے لیکن بعض مدرس کسی ضرورت کے تحت اپنی گھنٹی میں حاضر ہونے سے قاصر ہوتے ہیں اور ان کی گھنٹی کا وقت یوں ہی رائیگاں اور ضائع ہوجاتا ہے لہٰذا منتظمین کو اس جانب خاص توجہ دینی چاہئے مثلاً مدرسین میں سے کوئی غائب ہو تو ان کی غیر موجودگی میں کسی کو خالی گھنٹی سنبھالنے کا مکلّف کریں یا خالی گھنٹیوں میں طلباء کو لائبریری سے استفادہ کرنے کا پابند بنائیں یا اور کوئی مناسب ومنظّم قدم اٹھائیں جس سے طلباء کا قیمتی وقت ضائع ہونے سے بچ جائے۔اگر انتظامیہ کی جانب سے کوئی قابل ستائش پیش رفت نہ ہو تو طلباء خود اپنے وقت کی اہمیت کو سمجھیں اور خالی گھنٹیوں میں ادھر ادھر وقت گزاری کے بجائے علمی شغل میں اپنے آپ کو لگائے رکھیں مثلاً مضامین لکھیں، خالی گھنٹی سے قبل جو کچھ پڑھایا گیا ہے اس کو دہرائیں، رائٹنگ درست نہ ہو تو اس کی مشق کریں، غیر درسی کتابوں کا مطالعہ کریں، عربی گرامر کمزور ہو تو اسے سمجھیں اور یاد کریں اسی طرح اور کئی علمی کام ہیں جن میں اپنے آپ کو مصروف رکھ کر اپنے قیمتی اوقات کا صحیح استعمال کیا جاسکتا ہے۔

شایان شان مشاہرے کا فقدان:

انسان خواہ عالم ہو کہ جاہل، ہر ایک کی الگ الگ ضروریات ہوتی ہیں اور ان کی تکمیل کے لئے رقم کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا ذمہ داران مدارس ونظماء کو اس جانب توجہ دینی چاہئے۔اساتذہ اپنی معیشت سے جتنا زیادہ مطمئن ہوں گے اتنا ہی خلوص وللّٰہیت اور تندہی سے اپنے فرائض پر توجہ دیں گے۔ایک بڑے عالم بڑی محنت و جفاکشی سے علم کے زیور سے آراستہ

ہوتے ہیں لیکن ان کے شایان شان مشاہرہ نہ ملنے کی بنا پر از راہ مجبوری انہیں دوسری راہ اختیار کرنا پڑتی ہے جس کی وجہ سے مدارس میں اچھے عالم بمشکل ملتے ہیں یا بسا اوقات ملتے ہی نہیں، مدارس کے اس رویے کو دیکھتے ہوئے طلباء بھی محنت سے جی چرانے لگتے ہیں اور اکا دکا جو اچھے ہوتے ہیں وہ یونیورسٹی کی راہ لے لیتے ہیں جس سے مدارس کے تعلیمی معیار کو شدید جھٹکا لگتا ہے اور آج جو تعلیم کا معیار ہے وہ کسی سے بھی مخفی نہیں، اگر فوری اس کا تدارک نہ کیا گیا تو آئندہ چند سالوں میں مدارس کو اچھے مدرسین کا ملنا مشکل ہو جائے گا۔

داخلہ سے قبل تعلیمی ادارے کی جانچ:

کسی بھی مدرسے یا تعلیمی ادارے میں داخلے سے قبل اس کی اچھی طرح جانچ پڑتال کر لینی ضروری ہے، مثلاً اس مدرسہ کا تعلیمی معیار کیسا ہے، وہاں سے فارغین کتنے فیصد کامیاب ہیں، دوسرے تعلیمی ادارے کے بالمقابل اس کا کوئی امتیازی پہلو ہے یا نہیں، وہاں کے اساتذہ کی علمی لیاقت کتنی ہے، نظام تعلیم کیا ہے، کون سا مرحلہ کتنے سال پر مشتمل ہے، لائبریری میں کتابوں کی تعداد کتنی ہے، تربیت پر کتنا دھیان دیا جاتا ہے، اس کے علاوہ ہر اس چیز کی چھان پھٹک کی جائے جو تعلیمی معیار کو بلندی عطا کرنے میں معاون بن سکے۔

مدرس کی تقرری سے قبل ان کی صلاحیت وقابلیت پر غور:

کسی بھی مدرسہ یا ادارہ کے تعلیمی معیار کو عروج عطا کرنے کے لئے وہاں کے اساتذہ کا باصلاحیت واہل بصیرت ہونا ضروری ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ان کی تقرری کے وقت ان کی علمی لیاقت کا غائرانہ جائزہ لیا جائے، صرف سنی سنائی باتوں کی طرف توجہ نہ دیں اور نہ ہی اس پر کلی اعتماد کریں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آج مدارس تعلیمی انحطاط کا شکار ہیں اور اس کا تدارک دانشوران ملت کی ذمہ داری ہے، اس کے ہر پہلو پر غور وفکر کے بعد ایک ایسا لائحہ عمل تیار کیا جائے جو مدارس اور ان کے تعلیمی معیار کو تنزلی سے نکال سکے اور طلباء پر بھی ضروری ہے کہ وہ محنت ولگن سے تعلیم حاصل کریں، لہو ولعب اور وقت گزاری چھوڑیں، موبائل کا غلط استعمال نہ کریں کیونکہ اکثر طلباء ذہین ہونے کے باوجود محنت کی کمی کی وجہ سے تعلیمی میدان میں پچھڑتے نظر آرہے ہیں۔ سب سے پہلے وہ احساس کمتری کو اپنے ذہن ودماغ سے نکالیں اور ایک مثبت سوچ کے ساتھ آگے بڑھنے کی کوشش کریں، ان شاء اللہ ان کی محنت کی قدر کی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ محنت کو کبھی رائیگاں نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ مدارس کی حفاظت فرمائے اور انہیں علم دین کا گہوارہ بنائے رکھے اور ذمہ داران وطلباء کے دلوں میں علم دین کی اہمیت کوٹ کوٹ کر بھر دے۔ آمین

☆☆☆

مولانا محمد زبیر بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۸۲ھ=۱۹۶۲ء وفات: ۱۴۲۳ھ=۲۰۰۲ء)

مولانا محمد یونس مدنی / استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

﴿کل من علیها فان﴾ سے کس کو رستگاری ہے۔ یہ دنیا مجموعہ ہست ونیست کارگاہ وجود وعدم اور رہگذر موت وحیات ہے، یہاں کی ہر شئی فانی ہے، ہر وجود اپنے عدم کی دلیل ہے، اس لیے مرنا، جینا، پیدا ہونا، ختم ہوجانا کوئی نئی چیز نہیں ہے، قانون کے اصول سے کسی ذی روح کو چھٹکارا نہیں ہے، سب کو ہی موت کا جام پینا ہے، لیکن بعض لوگوں کی موت ایسی ہوتی ہے جو سارے لوگوں، خاندان اور گھر والوں کو غم زدہ کرجاتی ہے، مولانا محمد زبیر سلفی رحمہ اللہ کی موت کچھ اسی طرح کی تھی۔

حسب ونسب: آپ کا نام محمد زبیر اور کنیت ابو سمیر تھی، آپ کا نسب نامہ ذیل میں درج ہے:

مولانا محمد زبیر بن حافظ ابوالکلام بن عبدالسلام بن حاجی عبداللطیف۔

آپ مدن پورہ بنارس کے محلّہ جگجیون پورہ کے ایک معزز گھرانہ میں یکم ستمبر ۱۹۶۲ء میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو ونما پائی۔

مولانا محمد زبیر ؒ کا خاندان بنارس کے محلّہ تلیا نالہ میں آباد تھا، پرانے کاغذات میں اس جگہ کا نام حکّا لیسر ہے، یہ وہی جگہ ہے جہاں سے بنارس کی آبادی شروع ہوئی اور یہیں سے یومیہ اخبار ''آزاد'' نکلتا تھا، جس کے ایڈیٹر مرزا مُنّے تھے (بروایت احمد طاہر صاحب برادر اکبر مولانا محمد زبیر ؒ)۔

دوصدی پیشتر ان کے اجداد تلیا نالہ سے منتقل ہوکر مدن پورہ میں جامع مسجد اہل حدیث (طیب شاہ) کے مشرق میں حاجی محمد صدیق صاحب کے مکان سے متصل بہ جانب مشرق آباد ہوئے۔(۱) پھر وہاں سے تقریبا ڈیڑھ صدی پیشتر منتقل ہوکر محلّہ جگجیون پورہ متصل بہ جانب مغرب آباد ہوئے۔ یہ تقریبا ۱۸۸۴ء کا زمانہ ہوگا کہ ان کے جد امجد نے وہاں مسجد کے لیے زمین وقف کی اور مسجد تعمیر کرائی۔ یہ مسجد سکرا باغ کی مسجد کے نام سے مشہور ہے، اس مسجد کی عمارت میں جو کتبہ لگا ہوا تھا وہ ۱۸۸۴ء کا تھا، تقریبا دس سال پیشتر اس کی نئی تعمیر کرائی گئی ہے، یہی خاندان اس مسجد کا متولی ہے، تادم مرگ حافظ ابوالکلام صاحب اس مسجد کے صدر رہے، ان کے انتقال کے بعد ابھی تک کوئی نیا انتخاب عمل میں نہیں آیا ہے (بروایت جناب احمد طاہر صاحب)۔

(۱) یہ جگہ ابراہیم کی مسجد کے سامنے اتر جانب واقع ہے، یہ جگہ مختلف لوگوں کی ملکیت رہی ہے، آج اس جگہ کے مالک حاجی محمد صغیر صاحب نانبائی ہیں۔(بروایت جناب احمد طاہر صاحب)

محترم جناب احمد طاہر صاحب نے بتلایا کہ میرے اجداد میں کریم اللہ اور وارث محمد تلیا نالہ سے منتقل ہوکر مدن پورہ میں آباد ہوئے، انہی دونوں کی طرف یہ خاندان منسوب ہے، ان کے اجداد میں کریم اللہ نے سونے کا کاروبار کیا تھا، اس لیے نام کے ساتھ مرچنٹ سونا والے بھی بڑھا دیا جاتا ہے۔

قدیم زمانہ سے اس خاندان کے لوگ جامعہ رحمانیہ میں تعلیم حاصل کرتے چلے آرہے ہیں، اس خاندان کے کچھ افراد مسلک سلف سے منسلک ہیں۔(۱)

تعلیم وتربیت:

مولانا محمد زبیر صاحبؒ نے درجہ پنجم تک کی تعلیم مدن پورہ بنارس کے مشہور ادارہ جامعہ رحمانیہ میں حاصل کی، مولوی، عالم، فاضل کی تعلیم جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) میں مشفق اساتذہ کرام کی نگرانی میں حاصل کی اور عالمیت کی سند ۱۹۸۲ء اور فضیلت کی سند ۱۹۸۴ء میں حاصل کی۔

جامعہ رحمانیہ کے مشہور اساتذۂ کرام:

(۱) ماسٹر عبدالحمید صاحبؒ جونپوری، (۲) خالد شفاء اللہ صاحب رحمانی (۳) مولانا عزیز احمد صاحب ندویؒ (۴) مولانا امر اللہ رحمانی حفظہ اللہ وغیرہ۔

جامعہ سلفیہ کے اساتذۂ کرام میں مولانا عبدالوحید رحمانیؒ (۲) ڈاکٹر مقتدی حسن زہریؒ (۳) مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ (۴) مولانا محمد رئیس صاحب ندویؒ (۵) مولانا محمد عابد صاحب رحمانیؒ (۶) مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سلفی حفظہ اللہ (۷) مولانا عبدالسلام صاحب مدنی حفظہ اللہ (۸) مولانا محمد مستقیم صاحب سلفی حفظہ اللہ (۹) مولانا احسن جمیل صاحب مدنی حفظہ اللہ ہیں۔

فراغت کے بعد مشغلہ:

جامعہ سلفیہ سے فراغت کے بعد مولانا محمد زبیر سلفیؒ اور مولوی زید احمد سلفی حفظہ اللہ کا تقرر فراغت کے فوراً بعد جامعہ رحمانیہ کے شعبۂ فوقانیہ میں ہوگیا، دونوں نے دو سال تک اعزازی (بلا معاوضہ) تعلیم دی، ۱۹۸۶ء میں بورڈ سے تنخواہ منظور ہوگئی، ۱۹۸۷ء میں ایک سال بعد مولانا محمد زبیرؒ کا داخلہ ام القری یونیورسٹی مکہ مکرمہ میں ہوگیا اور چار سال میں لیسانس (بی، اے) کا کورس مکمل ہوگیا، پھر ماجستیر (ایم، اے) میں داخلہ مل گیا اور قسم السنۃ ہی میں ایک رسالہ کے دراسہ وتحقیق کے ذریعہ

(۱) مولانا محمد زبیر صاحب کے اہل وعیال اوران کے بڑے بھائی جناب احمد طاہر صاحب اوران کی اولاد مسلک سلف پر قائم ہے، علاوہ ازیں اس خاندان کے حاجی مولوی عبدالمعید صاحب سلفی عرف مُنا اور مولوی نادر لطفی صاحب سلفی اوران کا پورا گھرانا مسلک سلف پر قائم ہے، مولوی نادر لطفی صاحب سلفی حفظہ اللہ اتحاد ابناء السلفیۃ کے رکن رکین اور خازن ہیں اور مسلک سلف کی ترویج واشاعت میں کافی سرگرم ہیں اور کبھی کبھار خطبۂ جمعہ بھی دیا کرتے ہیں اوران کے والد محترم جناب ابوحامد صاحب نے تلیانہ کی مسجد اہل حدیث کی توسیع وتعمیر میں بڑی قربانی دی، جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

(ایم،اے) کی ڈگری حاصل کی، رسالہ کے سرورق پر العام الدراسی ۱۴۲۱ھ) لکھا ہوا ہے، رسالہ داخل ہونے کے بعد مناقشہ ہونے اور رزلٹ معلوم ہونے تک ایک ڈیڑھ سال کا عرصہ لگا۔

اخلاق وملنساری:

مولانا محمد زبیر صاحب ؒ بڑے بااخلاق ،ملنسار اور صاحب مروت انسان تھے۔دوسروں کے دکھ سکھ میں نہ صرف یہ کہ شریک ہوتے بلکہ ہر طرح کے تعاون اور مدد کے لیے تیار ہو جاتے۔

مولوی زید احمد سلفی فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ سے تعطیل کے بعد گھر آئے تھے تو کسی مرض کے سلسلے میں اپنے والد بزرگوار کا آپریشن کرایا تھا، اتفاق سے وہی مرض میرے والد محترم کو ہو گیا، میں نے ضروری معلومات کے لیے اپنے بھائی کو مولانا محمد زبیر ؒ کے پاس بھیجا، تو وہ بجائے اس کے کہ میرے بھائی کو مطلوبہ معلومات سے آگاہ کر دیتے خود میرے گھر آگئے اور ساری تفصیل سے آگاہ کیا اور بڑی تسلی وتشفی دی۔

تبلیغ واشاعت دین:

تبلیغ واشاعت دین کے سلسلے میں بڑے سرگرم تھے۔مولوی زید احمد سلفی فرماتے ہیں کہ ہم دونوں عالمیت کی تعلیم کے زمانہ سے ہی باری باری مسجد اہل حدیث (کھجور والی) میں خطبۂ جمعہ دیتے تھے اور یہ سلسلہ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۷ء کے جامعہ ام القری میں داخلہ تک برابر قائم رہا۔

میں ان کو زیادہ تر چھپی ٹولہ اور سونار پورہ میں دیکھتا تھا تو سمجھتا تھا کہ یہاں ان کے دوست واحباب کی بیٹھک ہوگی، اتفاق سے ایک روز ان کا ذکر نکل آیا تو چھپی ٹولہ کے عبد العلیم اور عبد الحلیم نے کہا کہ مولانا جب بھی ہم لوگوں کے پاس آتے تو بڑے کام کی باتیں بتلاتے، آج ہم لوگوں میں عقیدہ کی پختگی انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے، سونار پورہ کے مشتاق صاحب جو سیلم پورہ دہلی میں مقیم ہیں، فرماتے ہیں:''مولوی محمد زبیر صاحب ؒ جب بھی سونار پورہ آتے تو دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے، ہم لوگوں کو صحیح عقیدہ کی رہنمائی فرماتے، توحید کی خوبی بیان کرتے اور شرک وبدعات کی وضاحت کرتے، ہم لوگوں کو ان کی دعوت وتبلیغ سے بڑا فائدہ پہونچا اور آج ہم لوگ پختگی کے ساتھ سلفیت پر قائم ہیں، کبھی کبھار مسجد نیمیا میں بھی خطبۂ جمعہ دیا کرتے تھے۔

تصنیف وتالیف:

مولانا محمد زبیر صاحب بنارسی ؒ کی تحریری خدمات کا تفصیلی علم تو نہیں ہو سکا۔شیخ جنید احمد سلفی فرماتے ہیں کہ وہ ہر سال کوئی نہ کوئی مقالے ضرور تحریر کرتے۔ان کی تحریری خدمات ذیل میں درج ہیں:

(۱) رسالۃ المرأۃ المسلمۃ عربی تالیف غیر مطبوع

(۲) لیسانس (بی،اے) کی سند کے لیے ایک رسالہ غیر مطبوع

(۳)ماجستیر (ایم،اے) کے سال دراسی منہجی میں ایک رسالہ تحریر کیا۔

ماجستیر کی ڈگری کے لیے رسالہ،اس رسالے کا نام اس طرح ہے: "دراسة تحقيق "كتاب البَسمَلة" للعلامة شهاب الدين أبي محمد عبدالرحمن بن إسماعيل بن إبراهيم الشافعي الدمشقي" من أول كتاب إلى اللوحة (٦٠)اشراف: دکتور محمد بن عمر بن سالم بازمول، یہ رسالہ ۴۲۴صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۴۲۱ھ میں جمع ہوا۔

شادی:

مولانا محمد زبیر کی شادی ۸/اگست ۱۹۹۰ء میں ہوئی تھی،تین بیٹے (۱)سمیر (۲)خبیب (۳)صہیب اور ایک بیٹی حمنہ ہوئی۔

وفات:

مولانا محمد زبیرؒ مکہ مکرمہ میں بمقام عزیزیہ ۲۹/رمضان ۱۴۲۳ھ مطابق ۴/دسمبر ۲۰۰۲ء دو بجے دن میں بس حادثہ کے شکار ہوئے اور ساڑھے آٹھ بجے رات میں انتقال ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بچوں اور بیوہ اہلیہ کو چھوڑ کر دار بقاء کو سدھار گئے۔

جب ڈاکٹر اختر جمال لقمان بنارسی حفظہ اللہ کو ان کی موت کا علم ہوا تو انھوں نے نعش اپنی ذمہ داری پر کولڈ اسٹوریج سے نکلوائی اور حرم شریف میں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد ۱۰/شوال المکرّم ۱۴۲۳ھ کو دو بجے دن مکہ کے مشہور قبرستان المعلی میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

☆☆

مراجع:

(۱)پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی شمارہ ۱،۲، جولائی ۲۰۰۳ء۔
(۲)شخصی معلومات
(۳)ان کے متعلق بعض اہم معلومات ان کے بڑے بھائی محترم جناب احمد طاہر صاحب حفظہ اللہ نے فراہم کیں

☆☆☆

عالم اسلام

ظل الرحمٰن سلفی سنٹرل لائبریری

دنیا میں تیزی سے پھیلنے والا واحد مذہب اسلام:

(واشنگٹن) اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جو دنیا کی آبادی میں تیزی سے اضافے کی شرح رکھتا ہے۔موجودہ رجحان جاری رہا تو ۲۰۷۰ء میں مسیحیت پیچھے رہ جائے گی اور اسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب بن جائے گا۔ یہ پیشین گوئی پیو ریسرچ سنٹر کے ماہر شماریات نے کی ہے، جن کا کہنا ہے کہ عقائد کی بنا پر اعلی شرح پیدائش ان کی نمو کو تیز کرتی ہے۔رواں صدی کے دوران ہی دنیا کا سب سے بڑا مذہب بن جائے گا۔ (روزنامہ قدرت،۲/۵/۲۰۱۵ء)

استنبول میں سب سے بڑی مسجد کی تعمیر:

ترکی کے شہر استنبول میں ترکی حکومت کی جانب سے عنقریب سب سے وسیع وعریض مسجد کی تعمیر عمل میں لائی جاری ہے،اس مسجد کا محل وقوع استنبول شہر سے متصل آبنائے فاسفورس ایشیائی ساحل ہے، جہاں جمالیکا نامی پہاڑی پر اس مسجد کو تعمیر کیا جائے گا۔اس کا اعلان ترکی کے صدر رجب طیب اردگان نے کیا،انہوں نے بتایا کہ اس کے لیے ۵۶ ملین یوروحکومت کی جانب سے مختص کیے جا چکے ہیں۔اور یہ مسجد ترکی کی تاریخ میں بنائی جانے والی سب سے بڑی مسجد ہوگی،جس میں معذور افراد کی آمد ورفت اور نمازوں کے لیے خصوصی سہولت نیز زائرین حضرات کے لیے اندرون مسجد ایک وسیع وعریض بالکونی، جہاں سے وہ مسلمانوں کی نماز کا مشاہدہ کرسکتے ہیں ،نیز اسلامی میوزیم،لائبریری،۳۵۰۰ کاروں کے لیے پارکنگ بھی تعمیر کی جائے گی۔

اس مسجد کے لیے جس مقام کا انتخاب کیا گیا ہے۔اولا وہ شہر کا بالائی مقام ہے۔ثانیا آبنائے فاسفورس کی وجہ سے اس آبی گذرگاہ سے گذرنے والے ہر جہاز کے مسافر اس مسجد کا مشاہدہ بآسانی کرسکتے ہیں۔ (صراط مستقیم،برمنگھم:۴/۲۰۱۵ء)

نیپال کے زلزلہ متاثرین کے لیے مسلم ممالک سے امدادرسانی:

پڑوسی ملک نیپال میں بھیانک زلزلوں کے باعث ہونے والی اموات کا سلسلہ تادم تحریر چھ ہزار سے زائد تک پہونچ چکا ہے۔ علاوہ ازیں لاکھوں افراد کے بے گھر ہوجانے کے بعد جہاں پوری دنیا سے انسانی امدادرسانی کا سلسلہ جاری ہے،وہیں مسلم ممالک نے بھی نیپال میں متاثرین کی امداد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔

انڈونیشیا،ملیشیا،پاکستان،ترکی،متحدہ عرب امارات سمیت دیگر مسلم رضاکار تنظیمیں بھی متاثرین کو مدد فراہم کرنے میں مصروف ہیں،بالخصوص مرکزی جمعیت اہل حدیث نیپال نے بھی امدادرسانی کا کام انجام دیا ہے،جنہوں نے غذا،ادویات،ڈاکٹرز اور راحت رسانی ٹیموں کو ملک نیپال روانہ کردیا ہے۔واضح ہو کہ اس زلزلے کا اثر کافی حدتک ہندوستان میں بھی محسوس کیا گیا تھا۔تاہم ہندوستانی صوبوں میں جان ومال کا تناسب بہت کم رہا بہ نسبت ملک نیپال کے۔ (وقت نیوز ۲۸/۴/۲۰۱۵ء) ☆☆

اخبار جامعہ

تقریب تقسیم انعامات:

۵/مئی ۲۰۱۵ء بروز منگل بعد نماز مغرب جامعہ سلفیہ کے سیمینار ہال میں ندوۃ الطلبہ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے سالانہ تقریری وتحریری مقابلوں کے تقسیم انعامات کی تقریب منعقد کی گئی جس کی صدارت ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ مولانا عبداللہ سعود سلفی صاحب نے اور نظامت نائب شیخ الجامعہ مولانا محمد یونس مدنی صاحب نے فرمائی۔ اس باوقار تقریب میں اساتذہ وطلبہ جامعہ نے شرکت کی، مقابلہ میں نمایاں کارکردگی پیش کرنے والے طلبہ کو ناظم اعلیٰ صاحب کے بدست مبارک انعامات سے نوازا گیا، تقریب کے اخیر میں ناظم صاحب نے ناصحانہ کلمات پیش فرمائے۔

جامعہ سلفیہ میں ایک خصوصی میٹنگ:

۷/مئی ۲۰۱۵ء بروز جمعرات صبح ۱۰:۳۰ بجے جامعہ سلفیہ کے دارالضیافہ میں ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ نے ایک خصوصی میٹنگ طلب فرمائی جس میں مجلس منتظمہ کے بعض موقر اراکین کے علاوہ اساتذہ کرام نے بھی شرکت کی، اس میٹنگ میں رمضان المبارک وبعدہ نیا تعلیمی سال کی آمد کے پیش نظر بعض اہم باتوں پر تبادلۂ خیال ہوا اور نماز ظہر سے پہلے پہلے میٹنگ اختتام پذیر ہوگئی۔

جامعہ سلفیہ میں والی بال ٹورنامنٹ:

حسب سابق امسال بھی جامعہ سلفیہ میں والی بال ٹورنامنٹ منعقد ہوا، جس کا آغاز ۸/اپریل کو ہوا اور فائنل میچ ۱۳/اپریل کی شام کو کھیلا گیا، بارش کی وجہ سے میدان گیلا تھا، جس کی وجہ سے میچ ذرا تاخیر سے شروع ہوا، فائنل میچ یوسف الیون اور ظہیر الیون کے درمیان کھیلا گیا، یوسف الیون نے میچ جیتا، جیتنے والی ٹیم کے ہر کھلاڑی کو ۵۰۰ روپیہ اور ہارنے والی ٹیم کے ہر کھلاڑی کو ۳۰۰/روپیہ انعام دیا گیا۔ یہ ٹورنامنٹ ماسٹر نیر واحدی صاحب کے زیر نگرانی منعقد کیا گیا اور ریفری کی ذمہ داری بھی آپ نے ہی نبھائی۔

جامعہ سلفیہ میں سالانہ امتحان:

جامعہ سلفیہ میں سالانہ امتحان بروز سنیچر ۱۶/مئی ۲۰۱۵ء مطابق ۲۶/رجب ۱۴۳۶ھ شروع ہوکر بروز جمعرات ۲۸/مئی ۲۰۱۵ء مطابق ۹/شعبان ۱۴۳۶ھ کو ختم ہوگا، ان شاء اللہ۔

امتحان صبح ۷:۳۰ بجے سے ۱۰:۳۰ بجے تک ہوگا، امتحان مسجد جامعہ، مسجد بالائی، سیمینار ہال، دارالحدیث اور مسجد جامعہ کی زیریں منزل میں منعقد ہوگا۔

امتحان کی نگرانی کے لیے اساتذہ کی پانچ ٹیمیں بنائی گئی ہیں، ہر ٹیم کا ایک نگراں متعین ہے، اور ہر ٹیم کی ڈیوٹی دوری ہوگی۔

امتحان میں شریک ہونے طلبہ کی تعداد ۸۷۹ ہے۔ جامعہ سلفیہ کے شعبۂ عربی میں زیر تعلیم طلبہ کے علاوہ ۲۰/ملحق مدارس کے ۲۵۴ طلبہ امتحان میں شامل ہورہے ہیں۔ ☆☆

باب الفتاوی

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے کسی سے کاشتکاری کے لئے قرض لیا تو کھیتی کاٹنے کے بعد پہلے اس قرض کی ادائیگی کرے گا یا عشر یا نصف عشر ادا کرنے کے بعد پاک مال سے اس قرض کو ادا کرے گا۔

زید نے کسی شخص سے قرض لیا اور زید کے پاس سونے، چاندی یا کسی اور شکل میں کوئی اور چیز ہے اور ان چیزوں پر حولان حول ہوگیا ہے تو پہلے ان چیزوں سے اس قرض کی ادائیگی کرے گا یا پہلے زکوۃ ادا کرے گا، تب اس قرض کو ادا کرے گا؟ کتاب وسنت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ تسلی بخش جواب دے کر مشکور ہوں۔

الجواب بعون اللہ الوھاب وھوالموفق للصواب:

صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ جس شخص نے کسی سے قرض لیا ہے تو ظاہر بات ہے کہ حسب وعدہ یا حسب تیسیر اس قرض کا واپس کرنا ضروری ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مقروض اس مال کا مالک نہیں ہے، اس لیے اس کے ذمہ اس مال کی زکاۃ نہیں، بلکہ اس مال کی زکاۃ مالک (قرض دہندہ) کے ذمہ ہے، البتہ مقروض شخص کے پاس (قرض لیے ہوئے مال کے علاوہ) جو اس کا اپنا مال ہے، اگر وہ مال صرف اتنا ہی ہے کہ جس سے وہ صرف قرض ہی اتار (ادا) سکتا ہے تو اس کے اپنے اس مال میں بھی زکوۃ نہیں ہوگی، بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے اپنا قرض ادا کرے، جیسا کہ خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "أيها الناس إن هذا شهر زكاة أموالكم فمن كان عليه دين فليقضه، ثم ليزك" (أخرجہ الإمام مالک (۲۵۳/۱)، والبیہقی (۱۴۸/۴) وصححہ الألبانی فی الارواء (۲۶۰/۳)۔

تاہم اگر اس (مقروض شخص) کے پاس منقولہ یا غیر منقولہ کوئی ایسی جائداد ہے جس سے وہ اس قرض کی ادائیگی آسانی سے کر سکتا ہے یا کوئی ایسا ذریعۂ آمدنی ہے کہ وہ اس کے ذریعہ سے کما کر نہایت آسانی سے قرض ادا کر سکتا ہے، تو ایسے شخص پر فرض ہے کہ اپنی اس جائداد سے یا اس کمائی سے قرض کو ادا کرے۔ قرض کی ادائیگی کے بعد اگر اس کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ نصاب کو پہنچ رہا ہے تو اس مال کی زکوۃ ادا کرے، لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے بلکہ تساہل سے کام لیتا ہے یا حیلہ و بہانہ کرتا ہے تو ایسے شخص کا معاملہ مشکوک ہے، اسے محض اس قرض کی وجہ سے جسے وہ بآسانی ادا کر سکتا ہے، زکوۃ سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا جا سکتا ہے، جبکہ وہ صاحب نصاب ہو۔

ماحصل یہ ہے کہ مقروض شخص کے پاس اگر قرض ادا کرنے کے بعد اتنا مال ہے کہ وہ نصاب کو پہنچ رہا ہے تو اس کو اس مال کی زکاۃ دینی ہوگی، حیلہ بہانہ کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ اللہ تعالیٰ تمام احوال سے بخوبی واقف ہے۔

والله أعلم بالصواب

دارالإفتاء

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس

☆☆☆